سلسلہ تاریخی جلد اول

اطلبوا العلم ولو کان فی الصین



شعرائے عجم کی سوانح عمریاں اور انکے کلام کا انتخاب معہ ترجمہ انگریزی

مترجمہ و مؤلفہ

محمد شفیع الدین حسان مرادآبادی

بار اول

بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدہ ایم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر | ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

سلف سے لیکر اب تک جتنے حکما اور علما صرف گذرے ہیں سب نے بلا اختلاف آراء مان لیا ہے کہ تاریخ و سوانح عمری - علم فلسفہ کے بعد اہل دنیا کی ضروریات پوری کرنے کے لئے لابد ہیں - سوانح عمری اور تاریخ بڑی پرانی چیزیں ہیں - اگر آپ اب سے دو ہزار برس پیشتر یونان کی طرف عالم خیال میں سیر کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پلوٹارک (Plutarch) جس کی [illegible] اور [illegible] جس کی سلاست و متانت [illegible] ہوئے سوانح عمریاں اب تک ہماری نظروں کے سامنے موجود ہیں - اسی زمانہ میں [illegible] اگر تاریخ و سوانح عمری نہ ہوتی تو ہم دنیا کے حالات سے بالکل بے خبر رہتے [illegible] اور تاریخ ایک [illegible] کے [illegible] کے [illegible] آجاتی ہے [illegible] انسان کی [illegible] سے [illegible] کی تاریخ [illegible]

اصلی اندازہ ۔ جو جو کام اوس نے کئے ہیں اونکا مفصل حال معلوم ہو جاتا ہے
جیسے رنگین تصویر میں مختلف رنگوں سے آدمی کی صورت اور لباس کا نقشہ دکھلاتے
ہیں اوسی طرح سوانح عمری میں مکمل طور سے انسان خود نظر آتا ہے ۔ یہ سمجھو کہ اوس کی
زندگی کا پورا سوانح عمری ہے جس میں وہ چلتا پھرتا باتیں کرتا اور اپنی کارگزاریاں
دکھلاتا نظر آتا ہے آپ [illegible] کو ملاحظہ فرمایئے اسمیں آپ کو ایک شاندار
اور [illegible] تبادل [illegible] وغیرہ وغیرہ نظر آئینگے کبھی
[illegible] کرتے ہوئے ۔ کبھی غصہ میں [illegible] کی ذات [illegible]
[illegible] ہوئے ۔ [illegible] گفتگو کرتے ہیں ۔
[illegible] نہیں [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] جیسے [illegible] پامال
[illegible] ہیں ۔ [illegible] کلام [illegible]
[illegible] صادق
[illegible] کلام اطلبوا العلم ولو کان بالصین [illegible] نوشتہ کروا گیا
[illegible] مستجاب [illegible] قول
[illegible] کمال [illegible]
[illegible] دولت [illegible]
بدولت [illegible] تعریف و تحسین کرتی ہے ۔ نظم کی دنیا [illegible] تو بہتیرے قادر الکلام
مصنفین گذرے ہیں مگر [illegible] خصوصیت کے ساتھ [illegible] کو کہنا ہے جن کے
کلام کو جواہرات کی برابر بیش بہا [illegible] جنکی تصنیفات کو [illegible]

زیور سے آراستہ ہو کر جرمنی - فرانسیسی - اسپینی - لاطینی - یونانی - انگریزی - ترکی زبانوں میں ترجمہ ہونیکا فخر حاصل ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ اردو یا فارسی میں ایسی کتابیں بہت کم ملیں جن سے میری کتاب کی تدوین میں مدد ملتی۔ جہانتک میرا خیال ہے اب شاید ہی کوئی ایسا سخنور باقی رہا ہوگا جسکے کلام کا یورپین زبانوں میں ترجمہ ہوگیا ہو اور میں نے اوسکا ذکر نہ کیا ہو۔ چند شعراء کی سوانح عمریاں بہت مختصر ہیں افسوس ہے کہ اسکے حالات مفصل باوجود تلاش بسیار نہ دستیاب ہوسکے جسقدر ملے اونہیں پر اکتفا کیا گیا۔

میں نہایت ادب سے سلیمان شوکت - سکندر حشمت - رکن الدولہ - حافظ الملک - ہزہائنیس حضور **نواب محمد بہاول خان بہادر** نصرت جنگ - جی - سی - ایس - آئی - دام اقبالہم والی ریاست بہاولپور کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حضور ممدوح نے اس ناچیز تالیف کو پسند فرماکر میری امداد فرمائی - خداوند کریم ایسے قدردان رئیس کو جمیع آفات سے محفوظ رکھے - آمین -

عاصی

محمد شفیع الدین خان عفی اللہ عنہ

مرادآباد - - نومبر ۱۹۳۰ء

فارسی زبان اور شعرا کی نسبت عالم علوم مشرقی اسٹیوارٹ کاسٹیلو کی راے

فصیح - بلیغ - جامع اور نفیس زبان جو شاعری کے واسطے موزون اور مناسب ہے وہ فارسی ہے۔ نظم کے واسطے یہ شیرین زبان ایسی پرمایہ ثابت ہوئی ہے کہ [illegible] شعرا عجم میں پیدا ہوے اور اس کے عطر عشیر سے بھی یورپ کو افتخار حاصل ہوا۔ حافظ و سعدی تو سرمایہ ناز ہوے ہی مگر اور بھی ایسے ہیں جنکو یورپ بڑی ہی عزت سے عزیز سمجھتے اور ہم آواز ہو کر اونکے کلام کی عمدگی کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ فارسی غزلیں اگر ٹھیک طور پر پڑھی جائیں تب بھی مزہ دیتی ہیں اور اگر ویسے ہی پڑھی جائیں جب بھی لطف حاصل ہوتا ہے۔ فارسی زبان کے مشہور عالم سر ولیم جونس جنکے مستند ترجمے نے مشرقی خیالات مغرب میں [illegible] فرماتے ہیں۔

"طبیعت پر کچھ اثر کرنے میں تشبیہات و استعارات میں [illegible] دلسوزی میں آتش اور تازہ رنگینیوں سے پر۔ پر اگر دنیا پر کوئی زبان ہے تو وہ فارسی ہے"

اونکی راے بہت زیادہ وقعت کے قابل ہے کہ وہ مشرقی علوم کے مسلم الثبوت اوستاد اور انگریزون میں مایہ فخر و ناز ہیں۔ اس خزانہ (فارسی) کو انگریز فرنچ جرمن قوموں نے ان تھک کوشش اور کامیابی سے حاصل کیا ہے۔ اور واقعی ان قوموں کی کوشش بہت ہی قابل ستایش ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ہندوستان میں جہان کے باشندون کو فارسی سے قدرتی مناسبت ہے وہ کتابیں جن کو یورپین علماء

نے اپنی زبانون مین ترجمہ کرکے شہرت حاصل کی ہی اکثر کمیاب ہین۔
ہندوستانیون کی یہ غفلت قابل افسوس ہے۔ اونھون نے اِس علم کی قدر نہ جانی
یہ تو اس قابل تھا کہ سونے کے حروف سے لکھوا کر الماریون مین محفوظ رکھا جاتا۔
ہماری قوم کس درجہ قابل تعریف ہی کہ اوس نے اول تو غیر زبانون مین دستگاہ کامل
پیدا کی اوسکے بعد اُن علوم کی عمدہ عمدہ اور بیش بہا کتابون کا ترجمہ کرکے اپنے
ہم قومون کے واسطے آگاہی کا دروازہ کھول دیا۔ مین نے فارسی زبان بڑی
مشکل سے حاصل کی اور مجھے اسکی تحصیل مین بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ
خلاق ازل نے ہماری طبیعت بڑی مشکل پسند بنائی ہی۔ ہم جب تک کامل طور سے ایک
چیز کو نہین حاصل کر لیتے طبیعت کو چین نہین پڑتا۔ اور ولایت مین تو خاصکر بڑی
دقت ہی کیونکہ وہان اور علوم کے تو عالم بہت مگر فارسی داں کم ہین۔ اسوجہ سے
خدا جانے کن کن دقتون کا سامنا ہوا۔ جب کہین جا کر مین فارسی کی شیرینی کا مزہ
چکھنے کے قابل ہوا۔ مسٹر ولیم جونس دیوان حافظ کے دیباچہ مین لکھتے ہین۔
"فارسی زبان پر عبور کر لینا بڑی جوانمردی کا کام ہی۔ ترجمہ مین گو محنت بہت ہوتی ہی
اور حتی الوسع ایسی کوشش سے ترجمہ کیا جاتا ہی کہ مطالب اور الفاظ غیر زبان کے
پورے ادا ہون۔ مگر جو اصل مین خوبی ہوتی ہی وہ نقل مین کہان۔ لاکھ فارسی کو
انگریزی ڈریس پہنایا تو کیا ہوتا ہے۔ ہان صرف فارسی سے ناآشنا سمجھ لیتے
ہین۔ مگر وہ اس بیوٹی (خوبصورتی) کو نہین جان سکتے۔ جو اصل زبان مین آتی
ہے۔ طبیعت کا خاصہ ہی کہ جب کوئی شخص کسی زبان کو حاصل کر لیتا ہے تو اوسکا
دل چاہا کرتا ہی کہ اوس زبان کی عمدہ عمدہ تصانیف کو اپنی زبان مین ترجمہ کرلے"

اگرچہ فاضل سر ولیم نے یہ لکھا ہے مگر ابتک بہت سی مشرقی کتابون کے ترجمے
فرانسیسی۔ جرمنی۔ انگریزی مین ہو چکی ہین اور آجکل جس شخص کے قلم سے ہوبہو
الفاظ چستی اور بندش لیے ہوئے نکلتے ہین وہ مسٹر فاربس فاکنر ہے۔

اس عالم مین یہ عجیب بات ہی کہ جیسی سلاست اور فصاحت اصلی فارسی اور سنسکرت
مین ہوتی ہی بجنسہ ویسی ہی ترجمہ مین ادا کرتا ہی۔ مرحوم سر گور اوسلی نے انتقال سے
پیشتر ایک مجموعہ فارسی مضامین کا ترتیب دیا تھا جسکو ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپا ہی
مجھے بھی اوسکے مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ سبحان اللہ کیا سوق بردے مین۔ اور
کس تحقیق سے مضامین لکھے ہین۔ یورپین قومون کی کوشش کی ایک حکایت سناتا ہون
کتاب اغانی مصنفہ ابو الفرج علی بن حسن بن محمد قریشی اصفہانی (جو فن موسیقی مین اعلے
درجہ کی کتاب ہی) انہین دستیاب ہوتی تھی۔ یورپین کو تلاش تھی جب مصر مین فرانس
سے جنگ ہوئی اوسوقت یہ کتاب موشیر ... کوملی۔ یہ قلمی ہے ابتک رائل لائبریری
مین رکھی ہوئی ہی۔ خط نہایت پاکیزہ اور مضمون بہت اعلے درجہ کا ہے اسکا مصنف
ابو الفرج ۲۸۴ھ ہجری مین پیدا ہوا تھا اور اوس نے یہ کتاب خلیفہ ہارون رشید عباسی
کے حسب الحکم تصنیف کی تھی۔ اسمین ایک سو راگ بجانے کی ترکیبین درج ہین۔ اس
کتاب کا انگریزی مین بھی ترجمہ ہوگیا ہی اور علم موسیقی مین انگریزی راگ کے ساتھ
مشرقی چاشنی دیکر ایک معجون مرکب ماہران موسیقی نے طیار کی ہی۔

سر ولیم جونس کے علاوہ انگلش۔ چنیدہ۔ وان ہیمر نے بھی فارسی شعرا کی کلام

---

* ایشیاٹک جرنل سوسائٹی مین مشرقی کتب کے ترجمے برابر شائع کرتے ہین ۱۲ مترجم

کے ترجمے یورپ میں بکثرت شائع کئے اور یورپ نے جتنی اِن عالموں کی قدر کی
اوس سے زیادہ کے یہ قابل تھے ۔ اب میں ایشیائی خوشنویسی کا تذکرہ کرتا
ہوں - خوش قسمتی سے جہاں مشرق میں ایسے بے نظیر سخنور گذرے ہیں وہاں خوش
نویسی کے ماہرین کی بھی کمی نہیں - ایشیائی بادشاہوں اور امیروں کو ہمیشہ شوق تھا
کہ عمدہ عمدہ کتابیں مطلا و مذہب خوشخط لکھوا کر الماریوں میں رکھیں - بہت سی
ایسی کتابیں آجکل یورپ میں موجود ہیں جنہیں دیکھ کر آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے اور طبیعت
خوش ہوتی ہے - اللہ اکبر کیسے کیسے باکمال گذرے ہیں - ان کتابوں کا کاغذ سمجھ میں نہیں آتا
کہ کس چیز کا بنا ہوا ہے - چکنا [illegible] اور چمک دار ہونے کی وجہ سے تو اوسے ریشم کہہ سکتے
ہیں [illegible] کیا حقیقت [illegible] [illegible] نقش اور روشن آبدار ہیں
گذشتہ [illegible] کیا مجال [illegible] خراب ہوئی ہو - جلد میں نہایت عمدہ طلاکاری
کی ہوئی [illegible] اور اوس میں سونا بھرا ہوا -

امپیریل لائبریری وائنا میں ایک نسخہ قلمی دیوانِ کاتبی کا لکھا ہوا ہے - خط
کا تو کیا کہنا [illegible] جو تصویریں بنی ہوئی ہیں وہ لاجواب ہیں - اس زمانہ
میں کوئی مصور [illegible] اوس قسم کی تصویریں بنا سکے -

مسٹر ایڈورڈ [illegible] مصنف [illegible] کے پاس چند نہایت نادر کتبے تھے
جس میں سے ایک ۱۲ ½ فٹ لانبا تھا - انڈیا ہوس لائبریری میں مطلا کتبے
اور مذہب قلمی کتابیں کثرت سے ہیں - قرآن مجید کے بعض نسخے ایسے چھوٹے
اور باریک خط میں لکھے ہوئے ہیں کہ جب تک آتشی گلاس سے نہ دیکھے جائیں
ایک حرف بھی نہیں سوجھتا - مگر خط نہایت پاکیزہ - تعجب ہے کہ کاتب

کمان کے تیز نظر تھے !

ایک نسخہ راماین کا بھی موجود ہے وہ بھی ایسا ہی مصدہ ہے۔ غرض کہ مشرق بلحاظ شاعری اور خوش نویسی ابتک معراج کمال پر ہے اور یورپ کسی حالت میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔

اسٹیوارٹ کا سنبلو

(از لنٹیانک برنز)

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رح

در عشق [illegible] شیراز — [illegible] سعدی

[illegible] شیخ [illegible]

[illegible] آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ عبداللہ یا شرف الدین تھا [illegible]

[illegible]

[illegible] شیخ [illegible]

[illegible] علما [illegible]

[illegible]

[illegible] حالت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مصلح الدین [illegible]

[illegible]

علم موسیقی کے کامل تھے اور اُس زمانہ مین یہ فن معیوب نہین سمجھا جاتا تھا (
اسحق موصلی کے حالات ملاحظہ ہون) اِس لئے شیخ بھی اِس فن مین طاق ہو گیا
اس سے خدانخواستہ یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بزرگ مراثی یا گویا تھا یا اس کے
بزرگون کا یہ پیشہ تھا۔ بلکہ جہان اور علم تحصیل کرتے تھے وہان یہ بھی تھا۔ ورنہ
شیخ کا خاندان ایسا نجیب و شریف تھا کہ لوگ جوتیان اُٹھانا فخر سمجھتے تھے۔

جلال الدین بغدادی نے حیات سعدی مین اور مسٹر ہمبرگ نے مفصل کیفیت لکھی ہے
ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ شیخ کا دل شیراز کی حالت دیکھ کر نہ لگتا تھا اور زیادہ
بے چینی یون تھی کہ طلب علم کا کوئی ذریعہ نہ دکھلائی دیتا تھا۔ مدرسے تو بہتیرے تھے
مگر وہان وہی کندہ ملا جو ذرا سی بات مین تکفیر کا فتوی لگا دینے کو تیار رہتے
مدرس تھے۔ بھلا ایسے متعصب اور کندہ ناتراش معلمون سے کیا حاصل ہوتا؟
مجبوراً ستترہ برس کی عمر مین والدین کی وفات کے بعد یہ قطعہ پڑھتا ہوا بغداد
کی جانب روانہ ہوا۔

دلم از صحبت شیراز بکلی بگرفت	وقت آن است کہ پرسی خبر از بغداد
سعدیا حب وطن گرچہ حدیثیست صحیح	نتوان مرد بہ سختی کہ من اینجا زادم

بغداد اوس وقت مین مخزن علم و ہنر تھا۔ ہارون و مامون شان و شوکت کے آثار اور
علمی اکھاڑے ابتک موجود تھے۔ مشہور نظامیہ کالج جسکی حسرتناک سوانح عمری سے
تاریخ بغداد بھری پڑی ہے اوسمین شیخ داخل ہوا۔ ذہین اور ہونہار طبیعت نے
اوستادون کو اپنے اوپر مائل کرا لیا۔ اور معقول وظیفہ بھی مقرر ہو گیا۔ شیخ کی واسطے
اور کیا چاہیئے تھا۔ بفراغ خاطر تحصیل علم مین مشغول ہوا۔ پہلے علم تفسیر پڑھا۔ برسا

دل میں امتحان کے بعد اُن طلباء سے اچھا تھا جو برسوں سے تحصیل علم کر رہے تھے
تین یا اس سے کم ماہ میں دینیات پڑھ کر یورپین زبانوں کی طرف متوجہ ہوا
پہلے لاطینی پڑھی اور اس کو چھ ماہ میں سیکھ لیا۔ چھٹے ہفتے میں نیز زبان سیکھنے کی
وجہ یہ ہوئی کہ بغداد میں تمام دنیا کے آدمی موجود تھے۔ سعدی کو ہر ملک کی زبان
معلوم کرنے کا شوق تھا اور [illegible] بہت موجود تھا۔
سعدی سا آدمی [illegible] جذبات کو چھوڑ دیا۔ [illegible] دونوں [illegible]
[illegible] ہوا اور اتنا [illegible] آگیا [illegible]۔ جب لاطینی خوب آگئی تو یونانی
زبان کی طرف متوجہ ہوا۔ [illegible] اس نے انکو
مہینوں گھنٹے [illegible]
دیتے رہے۔

سنسکرت زبان شیخ نے ہندوستان میں سیکھی [illegible]
برہمنوں تک کو حیران کر دیا۔ اس کے بعد [illegible] فلسفہ منطق
اور ریاضی مروجہ علوم تحصیل کئے۔

اب میں کچھ شیخ کی تصوف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے واسطے یہ کہنا کافی ہے
کہ سعدی جس کے والد خود بڑے صوفی اور استاد شیخ [illegible] الدین [illegible]
تھے۔ ان دونوں نے اسکے دل کو ایک تلقین سے معمور کر دیا تھا اور [illegible]
بعد خاندان سہروردیہ کے بانی شہاب الدین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
کی صحبت نے یہ بھی کمی پوری کر دی تھی۔ گو شیخ [illegible] تھا مگر حال قال کی محفلوں
میں برابر شریک ہوتا تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ قوالی کا عاشق تھا

ابھی گانا سنے اوس کو چین نہیں آتا تھا۔ بلکہ ایسی مجلسوں میں علکر اوسکی روحانی
قوتیں بڑھتی تھیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اوسکا مبلغ علم کیا تھا۔ اگر وہ شاعری
میں ہومر تو حکمت میں ارسطو تھا۔ لاطینی مادری زبان کی طرح بولتا تھا۔ جو نوٹ
اسنے لاطینی شعرا کی کتابوں پر دئے ہیں وہ اندلس میں ابتک یادگار ہیں۔
جہاں جہاں گیا وہاں کی زبان ضرور سیکھ لی۔ تقریر میں ایسا جادو تھا کہ چھوٹے
سے لیکر بڑے تک ہر شخص اسکے ایک ایک لفظ پر فریفتگی ظاہر کرتا تھا۔
عبرانی اور یونانی زبانیں بھی بخوبی آتی تھیں۔ بعض محققوں نے لکھا ہے کہ شیخ
تینتیس زبانوں کا ماہر تھا۔

[illegible] میں [illegible] سے گلستان و بوستان کے [illegible]
[illegible] کی [illegible] ۔ [illegible]
[illegible] لکھی [illegible]
[illegible] ہندوستان [illegible]
[illegible] ہزلیات جیسی بزرگ کی طرف منسوب کی جاتی [illegible]
[illegible] سے [illegible] کے لئے تصنیف کرکے جنکا [illegible] میں
[illegible] عقائد [illegible] کرتی ہیں اور جس پہلو پر سوچا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا
شیخ سا بزرگ جامع العلوم شخص ایسی واہیات باتیں لکھتا۔ دوسرے ان ہزلیات
کی عبارت شیخ کے مضمون سے لگا کھاتی ہے۔ ہمنے جہانتک یورپین محققوں اور
مورخوں کے اقوال ہزلیات سعدی کے بارے میں تلاش کئے سب سے یہی ثابت
ہوتا ہے کہ یہ کسی ذات شریف کی کارستانی ہے۔ خوش قسمتی سے ہمیں ایک ایسی مجلد

ور زبردست شہادت ملکی جسکا مرتبہ اور شہادتوں سے بلند ہے۔ یعنی ملا حمید اللہ
سیالکوٹی پرائیوٹ سکریٹری بہادر شاہ ثانی اور آپ اپنی مبسوط تصنیف
گلستن ایران میں لکھتا ہے " سعدی کی ہزلیات دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ
ایسا مہذب فاضل اور اسعد فحش و ہزل لکھے۔ تحقیق سے ثابت ہوئی کہ یہ شعر
نور جہان کی ہے۔ اس نے بخت سیرزیوان کو پوشیدہ بلوا کر یہ ہزلیات تصنیف
کرائیں اور سعدی علیہ الرحمہ کے نام کے ساتھ چھپا دیں۔ جو لوگ اس شورہ میں شریک
تھے ونہیں سے حضرت دو کا نام معلوم ہوا۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کسی [illegible]
[illegible] لکھنا یہ ہزلیات [illegible]
یہ بھی لکھتے ہیں۔ [illegible] کی تصنیفات [illegible] بہت [illegible]
سلطنت عباسیہ کی چھ سو برس [illegible] ہندوستان میں
یہ کتاب ناپید ہے۔ البتہ فرانس جرمنی انگلستان میں اسکے ترجمے ہو گئے
ہیں۔ دوسری ضخیم اور بیش بہا تاریخ جغرافیہ ہے۔ اسکی بھی چار جلدیں ہیں۔
جہانتک تحقیق ہوا ہے شیخ کی تصنیفات تعداد میں ۲۵ ہیں۔ مگر انمیں بہت سی ایسی بھی

ہین جو دوسرون کے نام سے اشاعت پاگئے ہین۔ ارسطو اور فلاطون نے فلسفہ پر جو نئے نئے مسائل لکھے ہین سعدیؒ نے اونپر نہایت قابلیت سے نکتہ چینی کی ہے۔ شیخ نے سیاحت بہت کی۔ یون خیال کرنا چاہیے کہ اسکی عمر شریف کے پورے سو برس سیاحت مین گزرے۔ اور دنیا سے معلوم کے کل حصص مین گیا اپنے سفرنامہ مین پورا حال لکھا ہی۔ جب تمام مین گردش لگا چکا تو اپنے وطن مالوفہ مین چلا آیا۔ جب یہ شیراز سے مجبوری جدا ہوا تھا تو اوسوقت ملّانون کی زبردستی یہ ازبک اور غیاث الدین کے حملون نے شہر کو نیم جان کردیا تھا۔ مگر اب وہ باتین نہین رہی تھین اتابک ابوبکر نے چاہل مودیون سے شیراز کو پاک وصاف کردیا تھا اور قاعدہ بھی ہے کہ جب بڑھاپا آجاتا ہے تو ہر آدمی کو وطن یاد آیا کرتا ہے ؎

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر	خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد	مے گفت گدا بودن کنعان خوشتر

شیراز مین جب پہونچا تو یہ اشعار ورد زبان تھے۔ ؎

ندانی کہ من در اقالیم غربت	چرا روزگارے بکردم درنگے
برون رفتم از تنگ ترکان کہ دیدم	جہان درہم افتادہ چون موی زنگی
ہمہ آدمی زادہ بودند لیکن	چو گرگان بخونخوارگی تیز چنگی
درون مردمی چون ملک نیک محضر	برون لشکرے چون ہزبران جنگی
چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم	پلنگان رہا کردہ خوئے پلنگی
چنان بود در عہد اول کہ دیدم	جہانے پر از آشوب و تشویش و تنگی
چنین شد در ایام سلطان عادل	اتابک ابوبکر بن سعد زنگی

یا ایک وہ زمانہ تھا کہ " دلم از صحبت شیراز بکلی بگرفت " اسکی زبان سے نکلا تھا
پھر تمام عمر شیراز سے نہ گیا۔ ابتک مقبرہ زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے اور
سیاحوں کی سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔

قصیدہ[له]

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیرالمومنین

ای محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک
سر برآور وین قیامت در میان خلق بین

نازنینان حرم را خون خلق نازنین
ز آستان بگذشت ما را خون دل از آستین

زینهار از دور گیتی و انقلاب روزگار
در خیال کس نگشتی کانچنان گردد چنین

دیده بردار ای که دیدی شوکت بیت الحرام
قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمین

خون فرزندان عم مصطفی شد ریخته
هم بر آن خاکی که سلطانان نهادندی جبین

بعد ازین آسایش از دنیا نباید چشم داشت
قیر در انگشتری ماند چو برخیزد نگین

دجله خوناب است زین پس گر نهد سر در نشیب
خاک نخلستان بطحا را کند با خون عجین

نوحه لایق نیست بر خاک شهیدان زانکه هست
کمترین دولت مر ایشان را بهشت برترین

لیکن از روی مسلمانی و راه مرحمت
مهربان را دل بسوزد در فراق نازنین

باش تا فردا که بینی روز داد و رستخیز
کز لحد با روی خون آلوده برخیزد دفین

تکیه بر دنیا نباید کرد و دل بر وی نهاد
کاسمان گاهی بمهرست ای برادر گه بکین

زور بازوی شجاعت بر نیاید با اجل
چون قضا آید نماند قوت رای رزین

تیغ هندی بر نیاید روز هیجا از نیام
شیر مردی را که باشد مرگ پنهان در کمین

له اس قصیدہ میں بغداد کی تباہی کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دلی رنج میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تجربت بیفایده است آنرا که برگردد نصیب ‏ ‏ ‏ حمله آوردن چه سود آنرا که برگردد یقین
سگ‌سانند از پے مردار دنیا جنگجو ‏ ‏ ‏ اے برادر گر خردمندی چو سعدی [illegible]

غزل

اے باد صبحدم خبر دلستان بگو ‏ ‏ ‏ وصف جمال آن بت نامهربان بگو
بگذار مشک و بوی سر زلف او بیار ‏ ‏ ‏ یاد شکر مکن سخن زان دهان بگو
بستم به عشق موی میانت کمر چو مور ‏ ‏ ‏ گر وقت بینی این سخن زان دهان بگو
با بلبلان سوخته بال ضمیر من ‏ ‏ ‏ پیغام آن دو طوطی شکرفشان بگو
سعدی ز دست رفت به بستان روزگار ‏ ‏ ‏ نزدیک دوستان سخن این داستان بگو

بعض کا اعتراض ہے کہ شیخ متعصب تھا وہ خود گلستان میں لکھتا ہے۔

یکی جهود و مسلمان خلاف می‌کردند ‏ ‏ ‏ چنانکه خنده گرفت از نزاع ایشانم
به طیره گفت مسلمان گر این قباله من ‏ ‏ ‏ درست نیست خدایا جهود میرانم
جهود گفت به تورات می‌خورم سوگند ‏ ‏ ‏ وگر خلاف کنم همچو تو مسلمانم
گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد ‏ ‏ ‏ به خود گمان نبرد هیچ کس که نادانم

واقعی ہر شخص اپنے ہی مذہب کو اچھا سمجھا کرتا ہے۔
اب ہم کچھ کلام انگریزی قالب کا بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

CONTENTMENT.

From the Bostan

Smile not, nor think the legend
That in old times a worthless stone

Such power in holy hands could gain,
That straight a silver heap it shone.
Thy alchemist Contentment be,
Equal is stone or or to thee.

The infant's pure unruffled breast,
No avarice nor pride molest:
He fills his little hands with earth,
Nor know that silver has more worth.

The sultan sits in pomp and state,
And see the dervish at his gate;
But yet of wealth the sage has more
Than the great king, with all his stor

Rich is a beggar, worn and spent,
To whom a silver coin is thrown;
But Fredoun was not content,
Though Ajam's kingdom was his own.

ON TRUE WORTH.

Although a gem he cast away,
And lie obscured in heaps of clay,
Its precious worth is still the same;
Although vile dust be whirled to Heaven;
To such no dignity is given,
Still base as when from earth it came

Other.

I saw the demon in a dream,
But how unlike he seemed to be,
To all of horrible we deem,
And all of fearful that we see.
His shape was like a cypress bough,
His eyes like those that Houris wear,
His face as beutiful as though
The rays of Paradise were there.
I near him came, and spoke — "Art thou,"
I said, "indeed the Evil one?

No angle has so bright a brow,
Such yet no eye has looked upon.
Why should mankind make thee a jest,
When thou canst show a face like this?
Fair as the moon in splendour drest,
An eye of joy, a smile of bliss!
The painter draws thee vile to sight,
Our baths thy frightful form display;
They told me thou wert black as night,
Behold! thou art as fair as day!"
The lovely vision's ire awoke,
His voice was loud, and proud his mien,
"Beleive not, friend," twas thus he spoke,
"That thou my likeness yet hast seen;
The pencil that my portrait made.
Was guided by an envious foe;
In paradise I man betrayed,
And he, from haterad, painst me so."

حکیم ابوالقاسم منصور فردوسی طوسی

دنیا کو اپنی سحر بیانی سے حیران کر دینے والا فردوسی طوس کے موضع شاداب میں پیدا ہوا۔ فردوسی کا باپ مولانا فخر الدین احمد بہت بڑا عالم اور مذہبی پیشوا تھا فردوسی کے باپ نے اسکے پیدا ہونے پر خواب دیکھا کہ منصور ایک بلند کوٹھے پر چڑھ گیا۔ اور قبلہ رو ہو کر سجدہ کیا اور نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے دعا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ یہ خواب دیکھ کر اوسکی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ شیخ نجیب الدین کے پاس گیا۔ یہ شخص تعبیر کہنے میں بہت مشہور تھا۔ معبر نے کہا کہ منصور کی آئندہ قسمت بہت زبردست ہے۔ اور اس کے قلم کا شہرہ اکناف عالم میں بلند ہوگا۔ یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ خلاق ازل نے فردوسی کی طبیعت میں مادہ شاعری بچپنے ہی سے ودیعت کر دیا تھا۔ بچپن میں اسکا دل بہتے ہوئے دریا موسم بہار اور جنگل کے سبزہ میں لگتا تھا۔ اور وہ قدرتی مناظر کو بڑی دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے باپ ہی سے پائی۔ اوس کے بعد علامہ قطب الدین دمشقی کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا۔ معمولی تعلیم کے بعد قرآن حفظ کرنا شروع کیا۔ مگر خدا معلوم کونسی وجوہات پیش آئیں جنکی وجہ سے ان کے ارادہ کو پورا نہ کر سکا۔ نظامی سمرقندی لکھتا ہے کہ فردوسی نے نصف کلام پاک حفظ کر لیا تھا۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہیں لکھی کہ پورا کیوں نہ حفظ کیا۔ علامہ قطب الدین

کے بعد خواجہ ناصرالدین طوسی سے ریاضی پڑھی۔ علوم دین تحصیل کرنے کے بارہ مین صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہی کہ مختلف علما سے پڑھا اور جون جون عمر بڑھتی گئی شاعری کا شوق پیدا ہوتا گیا۔ کبھی کبھی آسدی طوسی سے بھی اصلاح لیا کرتا تھا۔ ایک دن فردوسی اپنے دوست محمد لشکری کے پاس بیٹھا ہوا گزشتہ شاہان ایران کی تاریخ کا ذکر کر رہا تھا۔ محمد لشکری نے کہا کہ اگر تم واقعات نظم کرنے پر کمر باندھو تو یہ کام بقائے دوام رکھتا ہی۔ فردوسی نے کہا کہ یہ خیال میرے دل مین کئی ماہ سے جاگزین ہی مگر افسوس کہ تاریخ نہین۔ محمد لشکری نے خوش ہو کر کہا کہ تاریخ میرے پاس ہی بسم اللہ کرکے شروع کیجئے۔

فردوسی اس کتاب کو لیکر مسرت انگیز خیالات مین ڈوبا ہوا شیخ محمد معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو اس زمانہ مین بہت بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے گیا اور نہایت ادب سے اپنا مقصد عرض کرکے دعا کی درخواست کی۔

بزرگ شیخ نے فردوسی کے حق مین دعا کی اور ایک سفارشی رقعہ ابو المنصور حاکم طوس کو جو شیخ کے مریدان خاص مین سے تھا لکھدیا۔ اس خط نے فردوسی کو اوج پر پہونچا دیا۔ اور حاکم طوس نے ایسی ہی جلیل القدر شاعر کی قدر کی جیسے ایک بادشاہ کر سکتا ہے۔ فردوسی نے بہت جلد حسب الارشاد ضحاک اور فریدون کی داستان نظم کرکے پیش کی۔ ابو المنصور کو بہت پسند آئی۔ انعام و اکرام دیکر آگے لکھنے کے واسطے ارشاد ہوا۔ فردوسی نے ابھی تعمیل حکم نہ کی تھی کہ حاکم موصوف کا درد قولنج سے انتقال ہوگیا۔

فردوسی کو اپنے سرپرست کے گذر جانے کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ وہ شاہنامہ مین

اپنے رنج کو مندرجہ ذیل غمناک الفاظ مین ادا کرتا ہے۔

چنان نامور گم شد از انجمن | چو از باد سرو سہی در چمن
دریغ آن کمربند و آن گرزگاه | دریغ آن کئی برز بالاے شاه
گرفتار دل زو شده ناامید | روان لرز لرزان بکردار بید
ستم باد بر جان آن ماه و سال | کجا بر تن شاه شد بد سگال
یکے پند آن شاه یاد آورم | ز کسری روان سوے داد آورم
مرا گفت کاین نامۂ شہریار | اگر گفته آید بہ شاہان سپار
دل من بگفتار او رام شد | روانم بدین شاد و پدرام شد

ابو المنصور نے وقت فردوسی کو وصیت کر گیا تھا کہ جہانتک ہو سکے سلطان محمود غزنوی کے پاس جانے کی کوشش کرنا۔ وہ ایک قدردان بادشاہ سب سے زیادہ عزت افزائی کریگا۔ فردوسی نے یہ بات دل مین باندہ لی۔ ابو المنصور کے بعد ارسلان خان تورنر طوس مقرر ہوکر آیا۔ فردوسی اوس سے ملا۔ اوس نے بھی غزنی جانے کی ہدایت کی۔

عظیم سمرقندی نے ایک اور وجہ بھی غزنی جانے کی لکھی ہے مگر وہ قابل قیاس نہین ہے اس لئے ہم اُس سے قطع نظر کرتے ہین۔ مختصر فردوسی غزنی روانہ ہوا۔ غزنی مین اوسکی آمد کی خبرین اور کمال کا شہرہ پہلے ہی پہونچ چکا تھا۔ عنصری۔ رودکی۔ عسجدی وغیرہم کو جو دربار سلطانی کی زینت تھے از راہ حسد فردوسی کا آنا ناگوار گذرا۔ اور اونھون نے ایک خط فردوسی کو لکھا کہ تم یہان آکر کیا کروگے جب ہماری ہی قدر نہین ہوتی۔ تو تمھاری کیا عزت ہوگی۔ یہ بیچارہ محض بیخبر ہرات مین

مقیم تھا کہ یہ خط ملا۔ تمام قدردانی کی امیدین یاس کے ساتھ متبدل ہو گئیں۔
اس اثنا میں فردوسی کی خوش قسمتی سے بدیع الدین میرمنشی دربار عنصری وغیرہ
مین شکر رنجی ہو گئی اور بدیع الدین نے محض ان شعرا کو زک پہونچانے کے لئے فردوسی
کو سارا فریب کا حال لکھدیا۔ اسنے خدا کا شکر کیا اور میرمنشی کے رقعہ کے جواب
مین یہ تین شعر شکریہ کے لکھ کر خود بھی روانہ ہو گیا۔

بگوش از سروش بے خرد ہاست — دلم گنج گوہر زبان اژدہاست
چہ سنجد بمیزان من عنصری — گیاہ چون کشت پیش گلبن سری
ز بے دانشی باشد و کودکی — کہ راست فردوسی زند رودکی

ان ہی دنون مین سلطان محمود نے سات شعرا اپنے دربار کو تاریخ ملوک عجم نظم کرنیکا
حکم دیا تھا اور ہر شاعر جان لڑ رہا تھا۔ ناظرین کی واقفیت کے لیے اُن ساتون
شاعروں کے نام لکھے جاتے ہین۔ عنصری۔ فرخی۔ زینی۔ عسجدی۔ چنگیزن
خرمی۔ ترمذی۔ واقعی یہ شاعر اپنے فن کے اوستاد اور آسمان شاعری کے تارے
تھے۔ مگر تاریخ عجم کا منظوم کرنا فردوسی کی قسمت مین لکھا تھا۔
سلطان محمود کا دربار نہ صرف شعرا ہی سے بھرا ہوا تھا بلکہ اس مین ہر علم و فن کے
ماہر جمع تھے۔ مؤرخین نے بقای دوام کا تاج اس بادشاہ کو بھی پہنایا ہے اور
اُس کو قدردان سلاطین کے زمرہ مین شامل کیا ہے۔ فردوسی منزلین طے
کرتا ہوا غزنی پہونچا۔ اور ایک باغ مین مقیم ہوا۔ اتفاقًا وہان عنصری عسجدی
فرخی۔ یہ تین شاعر بیٹھے ہوئے اپنے کام کو انجام دے رہے تھے۔ فردوسی
بھی وہین چلا گیا۔ اِن تینون کو ایک غیر شخص کا مخل ہونا برا معلوم ہوا۔ مگر للکارنا

بھی خلاف تہذیب تھا۔ تینون نے صلاح کی کہ نووارد کو محکِ امتحان پر کسنا چاہیے اگر پورا اوترے تو خیر ورنہ ذلیل ہوکر خود چلا جائیگا۔ اتنے مین فردوسی نے بھی سلام علیکم کی چنانچہ اوُنھون نے اپنا گڑا ہوا منصوبہ ان الفاظ مین بیان کیا کہ۔

"ہم تینون بادشاہی حسکے سے تاریخ سلاطین عجم منظوم کر رہے ہین ہمنے تین مصرعے توموزون کرلیے ہین۔ چوتھے کی تلاش ہے۔ فردوسی نے کہا فرمایے مین بھی سُنون۔ شاید مجھسے موزون ہوجاے چنانچہ اوُنھون نے حسب ذیل مصرعے پڑھے۔

عنصری۔ چون عارضِ تو ماہ نباشد روشن

فرخی۔ مانند رُخت گل نبود در گلشن

عسجدی۔ مژگانت گذر ہمیکند در جوشن

فردوسی نے فی البدیہہ کہا۔ مانند سنانِ گیو در جنگِ پشن

یہ سُنتے ہی سب متعجب رہگئے اوُنھون نے گیو اور پشن کی اصلیت دریافت کی فردوسی نے پورا واقعہ سُنادیا۔ پھر اوُنھون نے شاعری پر دقیق سوالات کیے اُس امتحان مین بھی فردوسی پورا اوترا۔ اثناے گفتگو مین اونہین معلوم ہوگیا کہ یہ فردوسی ہے۔ جب تو رہے سہے حواس اور بھی غائب ہوگئے۔ اوُنھون نے کوشش کی کہ فردوسی دربار مین باریاب نہونے پاے۔ ادھر بدیع الدین بھی روانہ قندھار ہوگیا۔ ناچار فردوسی سراے مین مقیم ہوگیا۔ شدہ شدہ خبر سلطان کے مصاحب خاص ماہک کے بھی گوش گذار ہوئی۔ وہ آیا اور نہایت خفت

سے باکمال شاعر کو اپنے گھر لے گیا۔ اور اطمینان دلایا کہ بارگاہ سلطانی میں بھی آپکی رسائی ہو جاوے گی۔ ماہک نے شعرلے دربار کے حال سے بھی آگاہ کیا۔ آجکل فلاں حصۂ تاریخ کا نظم ہو رہا ہے۔ فردوسی نے کہا کہ اگر میری رسائی دربار تک ہو جاوے تو پھر شاعری کے جوہر دکھلاؤں۔ یہ واقعی بات ہے کہ دربار کے شاعر سوچ سوچ کر اشعار موزون کرتے تھے اور فردوسی اوسی وزن سے فی البدیہہ کہدیتا تھا۔ شاہنامہ پر ایک نظر ڈال جاسکے تبھی اور دکا نادر ہی نیا لگیگا۔
ایک دن عنصری نے دربار میں عرض کیا کہ جسقدر حصہ نظم ہو چکا ہے اجازت ہو تو پیش کیا جاوے۔ سلطان نے اجازت دی۔ واقعی عنصری نے بہت محنت سے وہ حصہ نظم کیا تھا۔ فوقیت کا سہرا اسی کے سر پر بندھا گیا۔ سلطان نے بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ ماہک نے بھی یہ قصہ فردوسی سے بیان کیا۔ فردوسی نے کہا کہ اگر آپکو دو تین شعر عنصری کے یاد ہوں تو سنائیے۔ ماہک نے یہ دو شعر سنائے

براناکہ گر تشنہ ہی تو بخون　　بیالودی ای خنجر آبگون
زمانہ بخون تو تشنہ شود　　واندام موے تو دشنہ شود

یہ اشعار اس موقعہ کے ہیں جب رستم نے دہوکہ دیکر سہراب کو پچھاڑا ہے۔ [illegible] سہراب نے یہ حسرت ناک الفاظ کہے ہیں۔ فردوسی نے کہا اگر آپ صلاح دیں تو میں بھی رستم و سہراب کی داستان نظم کروں۔ ماہک نے کہا کہ آپکے پاس تاریخ کہاں
فردوسی نے تاریخ دکھلائی۔ ماہک بہت خوش ہوا کہ آپ ضرور داستان نظم کیجیے
فردوسی نے چند روز میں واقعہ نظم کرکے حوالہ کیا۔ اور ماہک نے موقعہ پاکر سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کے اشعار ہیں؟

"ملک دریک یا فردوسی کہ مجلس ما را چون فردوس منور ساختی"
ایک عظیم الشان حکمران کی زبان سے یہ الفاظ بہت بڑا پایہ رکھتے ہیں۔ اور اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ قدرشناس تھا۔ سلطان نے حکم دیا کہ فلان صحن جو ہماری باگ
کے قریب ہے فردوسی کے واسطے آراستہ کیا جائے۔ فردوسی نے یہ بھی خواہش ظاہر
کی کہ اُس جگہ سب آلاتِ حرب اور شاہانِ باستان ایران کی قدآدم تصویرین بھی مہیا
کیجائین۔ سلطان نے حسن میمندی وزیر کو حکم دیا کہ فاضل شاعر کی ہر خواہش پوری کیجائے
اب فردوسی شاہنامہ تصنیف کرنے بیٹھا۔ سوائے ایاز حسن میمندی اور چند خدمتگارون
کے اور کوئی جانے نہ پاتا تھا۔
ایاز فردوسی کو باپ کہا کرتا تھا اور فردوسی بھی اوس سے بیٹون کی طرح محبت کرتا
تھا۔ سلطان نے حکم دیدیا تھا کہ جب ہزار بیت ختم ہو جائین فورًا ہزار اشرفیان دیدیجایا
کرین۔ یہ ہزار اشرفیان وہ تھین جو تنخواہ اور اُجرت تصنیف کے علاوہ بطور انعام دیے
جانے کا حکم تھا۔ اسطرح فردوسی نے ۳۰ برس کی محنت مین ساٹھ ہزار شعر پر شاہنامہ ختم
کیا۔ اس ۳۰ برس مین سلطان کے دل پر حسن میمندی و دیگر مخالفین سے نہ مخالفت کیے
سکتے جاسے۔ مگر عقلمند اور فیاض محمود پر ذرا اثر نہوا۔
غرض جب شاہنامہ مکمل ہو گیا۔ تو سلطان نے حکم دیا کہ ساٹھ ہزار اشرفیان فردوسی کو
دیدی جائین۔ اسکے علاوہ اور انعام و اکرام مع خلعت وغیرہ علیحدہ دربار مین عطا ہوگا۔
پھر سلطان نے نہایت جوش مین کہا۔ "از ابتدائے ظہور صناعت شعر تاکنون کسے
بدین طرز و اسلوب سخن خوب گفتہ و ہیچ جو اہر لآلی کلام موزون بدین طرز نہ سفتہ۔"

کہ گوید چنین نظم چون در دہان	کہ گوید چو فردوسی اندر جہان

رسید است لطفش بچرخ بلند — کہ گفتہ است نظمے چنین ارجمند

ز انفاس او بوئے جان مے دہد — ز ترکیبش آب روان مے چکد

در آن دم کہ تیغ زبان برکشید — صف جملہ شاعران [illegible]

بمیدان دانش چو آن پیلتن — نہ دیدیم نظم آور و تیغ زن

بہ پیشم چو بکشود گنج گہر — کنون پیلوارش دہم گنج زر

یہ سنکر خواجہ حسن میمندی خاموش ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سلطانی حکم کے واسطے مستعد ہے۔ سلطان کو یہ سکوت ناگوار گذرا۔ دریافت کیا۔ خواجہ نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کے نزدیک یہ عطیہ تو ذرہ دلی [illegible] بھی وقعت نہیں رکھتا۔ مگر جب فردوسی کے پاس پہونچے گا تو وہ سرور شادی مرگ ہو جائیگا۔ سلطان نے جواب دیا کہ وہ ایسا عالی ظرف ہے کہ یقین سونا [illegible] ہوتے کے دروازہ تک نہیں پہونچا سکتا۔

خواجہ صاحب نے دیکھا کہ یہ داؤن بھی نہ چلا۔ عرض کیا۔ اچھا حضور پہلے ساٹھ ہزار روپیہ بھیجدیجئے۔ بعد ازان اشرفیان دیجئے۔ سلطان نے بھی کچھ سوچ کر منظور کیا۔ اور ساٹھ ہزار روپیہ ایاز کے ہاتھ بھجوا دئے۔ فردوسی حمام سے نکلتا تھا کہ ایاز نے روپیہ پیش کیا۔ اس نے نہایت افسوس سے کہا کہ میری ۳۰ برس کی محنت کی سلطان نے اچھی قدر افزائی کی۔ ساٹھ ہزار اشرفیون کی بجائے ساٹھ ہزار روپیہ دئے۔ ایاز نے حسن میمندی کی تمام شرارت بیان کی۔ فردوسی نے سنکر چالیس ہزار ایاز کو دئے اور بیس ہزار کا ایک پیالہ شربت لیکر پی گیا۔ اور نہایت غمگین لہجے مین کہا کہ سلطان سے جاکر عرض کرو کہ اسقدر جو مینے [illegible] لی اوسکا معاوضہ صرف اتنا ہی تجویز کیا گیا ۳۰ برس کی جانکاہی کی قدر دانی کلہم ۶۰ ہزار روپیہ۔ اگر ایسا ہی بخل مزاج مین تھا تو کاہکو

یہ روپئے بھی نہ بھیجے۔

ایاز یہ تقریر سنکر نہایت افسردہ ہوا اور اُس نے جاکر سلطان سے عرض کر دیا۔ سلطان نے حسن میمندی کو بلاکر گرم گرم الفاظ میں کہا۔ "اے سفلہ بواسطۂ این حرکات عرض مارا عرضۂ توبیخ و تثریب شعرا ساختی۔ و بانواع نکوہش و ذمام در زبان آن طایفہ انداختی۔"

ایاز نے بات بنا دینا تو حسن میمندی کے بائیں ہاتھ کا کام تھا عرض کیا۔ "صلۂ پادشاہان از گنجہ تا صد درم مساوی ست۔ اگر مشتِ خاک از حضرت سلطان بدو فرستادند بایستی کہ از روے اعزاز و اکرام از ابجاسے جواہر در باصرہ کشیدے۔ و بساطِ رفاعت وحماقت بسر پنجہ ادب بر کیاست در نور دیدے۔"

سلطان پر اس تقریر نے جادو کا کام کیا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ فردوسی سخت گستاخ اور بے ادب ہے کہا۔ "آن قرمطی را بامداد در پاے پیل اندازم و عقوبت او را عبرت سائر بے ادبان سازم۔"

ایاز نے فوراً یہ خبر فردوسی کو پہونچائی اور کہا خیر اسی میں ہے کہ صبح کو سلطان کے قدموں پر گر کے عفو تقصیر کرالے۔ ورنہ تیرا سر اور ہاتی کا پیر ہوگا۔ دوسرے دن فردوسی نے یہی کیا کہ جب سلطان فجر کی نماز پڑھکر باغ میں ٹہل رہا تھا اپنی جاے قیام سے نکلکر جو سلطان سیرگاہ کے قریب تھی محمود کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔

"حاسدان در حضرت پادشاہ جہان عرض کردہ اند کہ بندہ از قرامطہ و روافض ست و خاک خلاف بندہ اند۔ این بندہ را یکے از ان طوائف شمارند و خطاب قتل داده اند بقدمِ از جهل و نادانی بر داشتند۔"

چو ملک سلطان کہ خرمش شود — بسے بہت ترسا و گبر و یہود
گدایان بحبنے کفایت کنند — ز زر و مال خون شان حمایت کنند
گر افتد در ظل پایش قرار — شود ایمن از گردش روزگار
چہ باشد کہ سلطان گردون شکوہ — زہے را شمارد یکے از گروہ

سلطان محمود کے غصہ پر پھر اوسکی قدر دانی نے غلبہ کیا اور تمام غضب فرو ہو گیا۔ اوٹھکر فردوسی کو گلے لگا لیا اور کہا جو سختی تیرے ساتھ ہوئی ہے اوسکی معافی چاہتا ہوں اور جو بے ادبی تو نے کی ہے اوسکو معاف کرتا ہوں۔ فردوسی اپنے قیام گاہ پر واپس آیا اور دل میں سوچا کہ یہاں کا کچھ اعتبار نہیں۔ ذراسی دیر میں تولہ ذراسی دیر میں ماشہ۔ سلطان کے مزاج کا کیا ٹھیک۔ گاہے بہ سلامے برنجند گاہے بدشنامے خلعت دہند۔ نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ کئی ہزار شعر جو شاہنامہ میں شامل نہ کئے تھے پھاڑ کر جلا دئیے اور ایاز کو ایک لفافہ دیکر ہدایت کردی کہ بیس دن کے بعد سلطان کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اور آپ بادل ناخواستہ رات کے وقت چلدیا۔ جامع مسجد غزنی میں دیوار پر یہ دو بیتیں جاتے وقت لکھ گیا۔

خجستہ درگہ محمود زاولی دریاست — چگونہ دریا کانرا کرانہ پیدا نیست
چو غوطہا زدم و در وی ندیدم در — گناہ بخت منست این گناہ دریا نیست

بیس دن کے بعد ایاز نے فردوسی کا لفافہ سلطان کی خدمت میں پیش کیا کھول کر دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔

ایا شاہ محمود کشور کشا — ز کس گر نہ ترسی بترس از خدا
کہ پیش از تو شاہان فراوان بدند — ہمہ تاجداران گیہان بدند

اگر شاہ را شاہ بودے پدر　　　بسر بر نہادے مرا تاج زر

شعر تو بہت ہیں مگر بخوف طوالت اتنے پر ہی اکتفا کیا گیا۔
غزنی سے نکلنے کے بعد فردوسی جابجا پھرتا رہا۔ مگر جہاں گیا اوسکی کمال نے قدر
کی۔ آخر بغداد شریف میں خلیفہ کے یہاں نہایت عزت اور حرمت سے رہنے لگا
اور بقیہ عمر میں بسر کرنیکا ارادہ کیا۔
اسکے بعد بڑے جھگڑے قصے ہوئے۔ آخر سلطان محمود انار اللہ برہانہ نے اسکی
محنت اور ۳۵ برس کی جانکاہی کو یاد کرکے ساٹھ ہزار اشرفیاں معہ معذرت نامہ کے
بھیجیں۔ اشرفیوں سے پہلے معذرت نامہ پہونچ گیا۔ فردوسی نے خدا کا شکر ادا کیا۔
ابھی زندہ ہو رہے تھے اور دن چند باقی تھے کہ فردوسی ایک شاہرہ پر جا رہا تھا
جہاں اسے ایک بچے کی زبان یہ شعر سنا جو نہایت جوش و خروش میں پڑھتا چلا
جا رہا تھا۔

اگر شاہ را شاہ بودے پدر　　　بسر بر نہادے مرا تاج زر

سنتے ہی فردوسی کے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ تمام عمر فریادیں اور بدسلوکی جو سلطان کے
ہاتھوں اوٹھانی تھیں یاد آگئیں۔ دماغ پر ایسا اثر ہوا کہ بیہوش ہو گیا۔ بمشکل ایک
دن جیا۔ بھلا دھوکا کر دفن کرنے چلے تھے کہ اشرفیاں پہونچیں۔

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ　　　ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

وہ اشرفیاں مرحوم شاعر کی بہن کو دیدی گئیں۔ جس نے اپنے بھائی کا عظیم الشان
مقبرہ بنوایا اور گرد اوس کے پختہ نہر بنوا دی۔ حکیم ناصر خسرو علوی کے زمانہ تک
وہ مقبرہ موجود تھا۔ اس عظیم الشان شاعر کی زندگی یوں ختم ہوئی۔

انتخاب از قصائد

The Garden of the daughter of Afrasiab

Look forth, companions, cast afar your eyes
Where yonder many-colored plain extends
Ah! in my breast what sweet emotions rise!
Behold how each soft charm of nature blends
Into one glorious whole; - grove, mead, and stream, -
A fit abode for heroes it might seem!
The tender silken grass invites the tread;
With musky odour breathes the summer gair;
Pure waters glide along their perfumed bed
As though the rose gave them the essence rare
The lily stalk bends with her fragrant flower,
The lustre of the rose glads ev'ry bower.
The pleasent walks with graceful pace along,
Soft doves and mournful nightangles are nigh,
Charming the silence with a mingled song,
And murmurs from the cypress-boughs reply
Oh! never, never, - long as time shall last, -

May shadows o'er these beauteous scenes be cast,
Still may they in eternal splendour glow,
And be like Paradise, as they are now!
There, in gay groups, beneath the trees, beside
Those streams that through the vales in music glide,
Lovely as fairies, beutiful as day,
Are maids who wander on in sportive play.
Afrasiab's daughter there, Manizha bright,
Make the whole garden, like the sun, all light.
Not less majestic, midst the graceful throng,
Her sister fair Kitlara sweet and young;
She decks the plain with beuty as she goes,
Before her shrink, ashamed, the jasmine and the rose.
And there are Turkish maids that near them rove,
With forms like cypress boughs that zephers move;
Locks dark as musk, — and see! each veil disclose
Eyes filled with sleep, and cheeks all full of roses!
Shall we not, friends, turn for a single day,
Check, for so great prize, our onward way?

Stead to those bowers, make the bright nymphs our own,
And bring the lovely prey to Khosrou's thron

خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازیؒ

معززِ شعرائے عجم مین خواجہ حافظ شیرازیؒ اپنی سحر بیانی اور شیرین کلامی کی وجہ سے بلند پایہ گنے جاتے ہین یہ وہ شخص ہین جنکے مبارک نام کو یورپین بڑی عزت سے سراہتے اور پرنس آف لائرک پوئیٹس (PRINCE OF LYRIC POETS) کا خطاب دیتے ہین - قبولیت کلام کے واسطے یہ ہی کافی ہے کہ حضرت کے دیوان کا انگریزی - فرانسیسی - جرمنی - اسپینی - لاطینی - ترکی وغیرہ مین ترجمہ ہو گیا ہے - اور ان زبانون کے جاننے والے نہایت شوق سے آپ کی غزلون کا مطالعہ کرتے ہین - سر ولیم جونس مترجم دیوان حافظ دیباچہ مین رقم فرماتے ہین -

"مین نے مشرقی زبانون کے حاصل کرنے مین خوب ہی کوشش کی اور فارسی زبان کے مصنفین کے کلام اور تصانیف کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا لیکن جو حلاوت خواجہ حافظ شیرازی کے کلام مین پائی اور کسی کے کلام مین اتنا لطف نہین آیا -

خواجہ صاحب کے دیوان کی تعریف کرنے سے میرا یہ منشاء نہین ہے کہ مین اور شعرائے عجم کو اونکے آگے ہیچ سمجھتا ہون - نہین بلکہ حافظ چاند اور باقی سب ستارے ہین -" تو رنگا روُن آف پرشیا مین مسٹر اسٹوارٹ فرماتے ہین - "جیسی

خواجہ حافظ رح کے ایک معمولی شعر میں ہے دنیا بھر میں کسی شاعر کی عمدہ سے عمدہ پوری
غزل میں بھی نہیں ہے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۲۰ عیسوی کے جنوری کے مہینے میں فارس کے شہر شیراز
میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے انتہا تک فقیرانہ طور پر بسر کی۔ کبھی کسی امیر
یا بادشاہ کے پاس جیسا اکثر شعرا کا دستور ہے سوائے شاہزادہ یزد کے نہیں گئے
شہزادہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے ایسا مشہور تھا کہ حافظ رح اوس سے محبت کرتے تھے
اور وہ بھی مثل فرمانبردار خادموں کے اطاعت کرتا تھا۔ خواجہ صاحب کا انتقال
سنہ ۷۹۱ ہجری مطابق ۱۳۸۹ عیسوی میں ہوا۔ آپکا مزار شیراز میں محلہ رکن آباد
مصلے کے قریب ہے۔ جیسا آپکے اس شعر سے ظاہر ہے

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت ، کنار آب رکن آباد و گلگشت مصلیٰ را

تاریخ انتقال کسی صاحب نے لکھی ہے مگر نام تحقیق نہوسکا۔

چراغ اہل معنی خواجہ حافظ ، کہ شمعے بود از نور تجلی
چو در خاک مصلیٰ یافت منزل ، بجو تاریخش از خاک مصلیٰ
۷۹۱

خواجہ صاحب کے کلام کو بعض اشخاص جنکی سمجھ میں یا تو مطلب نہیں آتا ہے یا اور کسی وجہ سے
ناپسند کرتے ہیں۔ زیادہ تر نہ سمجھنے کی وجہ ہے۔ اور ایک کثیر گروہ جس میں یورپین
اور ایشیائی ہیں بہت پسند کرتا ہے۔ انگریزوں کے یہاں شکسپیر اور ملٹن دو ایسے
زبردست اور قادر الکلام شاعر گذرے ہیں جنکی برابر انگلستان آجتک پیدا
نہیں کرسکا۔ لیکن خواجہ حافظ کے کلام کے آگے وہ طفل مکتب ہیں۔ خواجہ صاحب
کا دیوان تمام مہذب یورپین زبانوں میں موجود ہے۔ مسٹر کاسٹیو اور ریونیا

لکھتے ہین کہ حافظ رح کی یہ غزل ؎

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو

بہتیرون کو یاد ہے خصوصًا مطربون کو۔ انگریز اور فرنگ تعجب کرتے ہین کہ کس بلا کی خوبیان حافظ رح کے کلام مین آگئی ہین۔ مسٹر سٹیوارٹ لکھتے ہین کہ جسوقت یہ غزل

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

مشہور ہوئی تو امیر تیمور نے دیکھی اور خواجہ صاحب کو بلا کر کہا کیون جناب مین نے توکس محنت و مشقت سے بخارا سمرقند فتح کیا اور آپنے ایک تل پر بخشدیا۔

حافظ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ جناب ایسی ہی فیاضی سے تو مین نان شبینہ تک کو محتاج ہوگیا۔

شیراز سے تھوڑے فاصلہ پر ایک مقام پیر سبز ہے۔ مشہور تھا کہ چالیس شب تک متواتر جو شخص یہان عبادت کریگا وہ ولی کامل ہوجائے گا۔ خواجہ صاحب نے آزمانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانہ مین آپ ایک خوبصورت نازنین شاخ نبات کے عشق مین مبتلا تھے مثل فرہاد کے شہزادہ شیراز بھی آپکا رقیب تھا۔ دن بھر کوچۂ جانان کی خاک چھانتے اور رات کو پیر سبز پر عبادت کرتے۔ اور چالیسوین دن ایک بزرگ سبز جبہ پہنے تشریف لائے اور ایک پیالہ آپکے منہ سے لگا دیا اور غائب ہوگئے۔ اوسی وقت سے عشق حقیقی غالب ہوا۔ دنیا نظر مین ہیچ معلوم ہونے لگی۔ تمام خیالات جاتے رہے اور جب ہی سے آپنے شاعری شروع کی۔ زمانہ کی حالت کیا خوب بیان فرماتے ہین۔ ؎

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شرے بینم

دختران را همه جنگ است و جدل با مادر | پسران را همه بدخواه پدر می بینم
هیچ شفقت نه برادر به برادر دارد | هیچ مهری نه پدر را به پسر می بینم
ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند است | قوت دانا همه از خون جگر می بینم
اسپ تازی شده مجروح بزیر پالان | طوق زرین همه در گردن خر می بینم
هر کسی روز بهی می طلبد از ایام | مشکل این است که هر روز بتر می بینم

میرزا محمد علی صائب نے اسی مضمون کو یوں لکھا ہے۔

یک نفس فارغ ز وسواس تمنا نیستی | از پریشان خاطری یک لحظه یکجا نیستی
گر چه شد محتاج عینک دیده از شرم تو | هم چنان چون کودکان سیر از تماشا نیستی
میکند از هر سر مویت سفیدی امر لب | در چنین وقتی بفکر زاد عقبی نیستی
گر چه دندان را ز نعمتهای شیرین باختی | جز بحرف شکوه ای تلخ گویا نیستی

لاہور کے ایک صاحب منشی محمد الدین خلیق نے حیات زیب النساء میں خواجہ حافظ اور مخفی کے کلام کا مقابلہ کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ مخفی کا کلام آپ کے کلام کی برابری نہیں معلوم اونھوں نے یہ کیسے لکھ دیا۔ ہم ایک غزل مخفی اور دوسری خواجہ حافظؒ کی درج کرتے ہیں خود ناظرین انصاف کرسکتے ہیں۔ مخفی کا کلام بہت اچھا ہے مگر نہ آپکی برابر۔

(مخفی)

در وفا آئین و رسم دوستداران را چه شد | من اگر دیوانه گشتم هوشیاران را چه شد
بعد نومیدی نپرسد حال من کسی | همنشینانم کجا رفتند و یاران را چه شد
ظلم و بیدادی درین دنیا ز دوران گشته است | منجنیق چرخ و طرز سنگ باران را چه شد
در گلستان امیدم یک گلی سیراب نیست | تازه کاریهای ایام بهاران را چه شد

از زمین الله نمی‌روید گیاه خرمی — ابر رحمت را چه پیش آمد بهاران را چه شد
نیست محبوبه که یابد رونق بازار عشق — طرهٔ شبگون و حسن گلعذاران را چه شد
از معصیت ناله و زاری نمی‌آید بگوش — مخفیا خارا شکاف کوهساران را چه شد

(حافظ)

یاری اندر کس نمی‌بینیم یاران را چه شد — دوستی کی آخر آمد دوستداران را چه شد
آب حیوان تیره گون شد خضر فرخ پی کجاست — خون چکید از شاخ گل باد بهاران را چه شد
صد هزاران گل شکفت و بانگ مرغی برنخاست — عندلیبان را چه پیش آمد هزاران را چه شد
لعل از کان مروت برنیامد سالهاست — تابش خورشید و سعی ابر و باران را چه شد
زهره سازی خوش نمی‌سازد مگر عودش بسوخت — کس ندارد ذوق مستی میگساران را چه شد
کس نمی‌گوید که یاری داشت حق دوستی — حق‌شناسان را چه حال افتاد یاران را چه شد
گوی توفیق و سعادت در میان افکنده‌اند — کس به میدان در نمی‌آید سواران را چه شد
حافظ اسرار الهی کس نمی‌داند خموش — از که می‌پرسی که دور روزگاران را چه شد

(قطعه)

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و بخت و تخت — بادت اندر هردو گیتی برقرار و بر دوام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش — اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

(رباعیات)

جز نقش تو در نظر نیامد ما را — جز کوی تو رهگذر نیامد ما را
خوش آمده خواب جمله را در دیده — حقا که بچشم در نیامد ما را

دیگر

Her eyes, like moon-beams glowing,
Cast light enough around:
And well all odours I can spare,
Who sent the perfume of her hair.

The honey-dew thy charm might borrow,
Thy lips alone to me is sweat;
When thou art absent, faint with sorro
I hide me in some lone retreat.
Why talk to me of power or fame,
What are those idle toys to me?
Why ask the praises of my name,
My joy, my triumph is in thee!

How blest am I! around me, swelling,
The notes of melody arise;
I hold the cup, with juice excelling
And gaze upon thy radiant eyes.
Oh Hafiz!—never waste thy hours,

Without the cup, the lute, and love!
For 'tis the sweatest time of flowers,
And none these moments shall reprove
The nightangles around thee sing,
It is the Joyous feast of Spring.

(The Season of the roses)

String the lyre!—has Fortune ever
Given to run of worth their due?
Then since vain is all endeavour,
And we scorn her malice too,
Why should we refuse to share
All the joys these hours prepare?
Now the air is filled with mirth,
Now the roses spring from the earth;
Now they blown, but now alone,—
Fear not, though the wise reprove;
Ere their soft perfume be gone,
Raise the soul to verse and love.
Oh Hafiz! it were shame to say,

— In nightangles like us, 'twere treasons
That we, who make the magic clay,
Sang not to the rose's season.

مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ

ایشیائی شاعری اور تصوف کے دربار میں مولانا جلال الدین محمد رومی کو اگر مولانا نظامی جامی۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہم کی برابر بٹھایا جائے تو بجا ہے۔ مولانا بلخ صوبہ خراسان میں پیدا ہوئے۔ آپکے پدر بزرگوار کا اسم مبارک مولانا بہاؤ الدین تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب خراسان کے تخت حکومت پر خوارزم شاہ سا زبردست حکمران براج رہا تھا۔ مولانا کے والد خراسان کے زبردست اور صوفیائے عظام میں سے تھے۔ فارس کے اطراف کے لوگ آپ کے وعظ و نصیحت کے شائق ہوا کرتے تھے آپکا انتقال ۶۳۱ ہجری میں ہوا۔ بعد انتقال مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ جیسے قادر الکلامی اور شاعری میں مشہور تھے ویسے ہی تصوف اور اسرار الہی میں اپنے والد کے قدم بقدم الولد سر لابیہ کے مصداق تھے باتیں مختصر اور کم کیا کرتے تھے۔ آپ شباب کے زمانہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نہایت محبت سے حضرت شیخ نے آپکے حق میں دعا کی۔ آپ مولانا شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور مرید بھی کیسے اعلیٰ پایہ کے۔ مولوی محمد کبیر صاحب تاریخ تذکرۃ الکرام

مین لکھتے ہین کہ جب مولانا شمس الدین تبریزیؒ بلخ مین وارد ہوئے۔ مولانا رومی
چونکہ خود صاحب باطن اور مولانا شمس الدین کو پہچاننے والے تھے اس لئے ہر وقت
ساتھ رہا کرتے تھے۔ لوگون نے حضرت شمس کی ظاہری خستہ حالت دیکھکر اعتراض
کیا کہ مسلمانون کے قاضی کو ایک غیر شریع شخص کے ساتھ نہ رہنا چاہیے
چنانچہ چند بد باطنون نے جنمین مولانا رومی کا لڑکا بھی تھا حضرت شمس کے شہید
کرنے کا ارادہ کیا۔ اور مولانا کے دولت خانہ پر جمع ہوکر آئے۔ آپ کوٹھری
مین بیٹھے ہوئے باتین کر رہے تھے۔ ان کمبختون نے باہر سے آواز دی۔
حضرت شمس نے فرمایا کہ مجھے شہید کرنے کو بلاتے ہین۔ الوداع۔ جونہی باہر
تشریف لائے ایک شخص نے چھری ماری۔ آپکے مُنہ سے نعرہ نکلا وہ مجمع
ابلی بیہوش ہوگئے۔ کچھ دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ سوائے چند قطرہ خون
کے اور کچھ نہین۔ مولانا رومؒ نے بیٹے کے حق مین بددعا کی اور اوسکے جنازہ تک
نہین شریک ہوئے۔ مولانا رومؒ کا کلام نہایت ہی لطیف اور عجیب ہے۔
مشرقی زبانون کے عالم سر ولیم جونس لکھتے ہین " مولانا رومؒ کا کلام ایسا
دقیق اور تصوف سے بھرا ہوا ہے کہ سوائے حافظؒ کے اور کسی کو برابری کی عزت
نہین دیجا سکتی۔"

مولانا رومؒ نے اپنے پیر کی بہت تعریف کی ہے چنانچہ مندرجہ ذیل غزل مین بھی رعایت
رکھی ہے۔

غزل

نہ من بیہودہ در ہر کوچہ و بازار میگردم — مذاق عاشقی دارم پئے دیدار میگردم

Which the loved one's foot hath pressed.
"Though it be a fairy space,
Wide and spreading is the place;
Though 'twere but a barren mound,
'Twould become enchanted ground.
"With thee yon sandy waste would seem
The margin of Al Cather's stream;
And thou canst make a dungeon's gloom
A bower where new-born roses bloom."

مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ

حضرت یوسفؑ و زلیخا کے عشق و محبت کی کہانی لکھنے مین اکثر شعراء نے طبع آزمائی
کی ہے لیکن جو زور اور فصاحت۔ دلچسپی اور اثر مولانا جامی کی یوسف و زلیخا مین ہے
وہ کسی کو پاسنگ برابر بھی نصیب نہین ہوا۔ گو مولانا کا طرز فردوسی سے ملتا جلتا ہے
مگر ایک بات جو مولانا مین تھی اوسکی فردوسی کو ہوا بھی نہین لگی۔ وہ بات کیا تھی ؟
تصوف : بھلا فردوسی کو اس سے کیا مس۔ آجکل کی تحقیقات نے تو فردوسی کو
دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا ہے۔ خیر جو کچھ ہو مگر اوس کے کمال مین کلام نہین

نرالی بندش اور نیا طرز جو اوسنے شاہنامہ مین برتا ہے اوسکی پیروی کوئی
نکرسکا۔ البتہ اِس زمانہ مین غالب مرحوم نے وہی رنگ اختیار کیا یعنی اپنی
تصانیف مین عربی الفاظ کو دخل نہین دیا۔

مولانا جامی مضافاتِ خراسان مین پیدا ہوئے تصوف مین معرفت حاصل تھی
لذات دنیا سے متنفر ہوکر ریاضت اور مجاہدہ مین بسر کرتے تھے اور تمام اسباب
دنیاوی سے قطع تعلق کرکے ہرات کی مسجد مین قیام کرلیا تھا۔ جو کوئی زیارت کا
شایق جاتا سحر بیانی سے ایسا موثر ہوجاتا کہ اوسکا اثر لیے آپ مین ہمیشہ پاتا
مولانا کا انتقال ۱۴۹۲ء مین ہوا آپکے انتقال کا صدمہ تمام ہرات کو ہوا۔ خود
سلطان حسین فرمانروائے ہرات اور تمام وزراء و امراء آپکے جنازہ کے ساتھ تھے
اور ہر فرد بشر نے ماتمی رسوم ادا کین۔ آپکا ماتم عام طور سے ۲۰ یوم تک رہا اور
خواجہ علی شیر نے (جنکا ذکر یوسف زلیخا مین ہے) بموجب کل تمام علما و زہاد اِس
گوہر گرانمایہ کے روضہ کا پتھر بعد ختم ماتم رکھا۔ ابتک آپکا مزار زیارتگاہ ہے
حالانکہ انتقال فرمائے ہوئے پانچسو برس ہوئے مگر آپکی شہرت کا آفتاب
آسمانِ کمال پر چمک رہا ہے آپکی تصانیف کثیر اور ضخیم ہین۔ آکسفورڈ یونیورسٹی مین
بائیس جلدین اسوقت آپکے نتایج طبع کی یادگار موجود ہین۔ پتہ لگایا گیا ہے کہ مصنفات
تعداد مین چالیس ہین۔ یورپین عالمون کی کوشش سے بقیہ اٹھارہ جلدونکا پتہ لگنا
بعید نہین۔ زیادہ تر آپکی کتابین عقائد اسلام پر ہین ایک نہایت عمدہ مجموعہ
بنام ہفت اورنگ ہے جسمین یوسف وزلیخا بھی شامل ہے۔ مولانا نفس
یوسف زلیخا کی نسبت اہتمام فرماتے ہین [illegible] واسطے بہجر نکلے دلی

فصاحت مین لاجواب یہی کتاب ہے"

اب ہم کچھ غزلین لکھکر انگریزی یوسف زلیخا مین سے انتخاب درج کرینگے

غزل

عارض ست این یا قمر یا لالۂ حمراست این — یا شعاع شمس یا آئینہ دلہاست این

قامت ست این یا الف یا سرو یا نخل مراد — یا مگر گلدستۂ باغ جنان آراست این

زلف تو زنجیر یا قلاب یا مشک ختن — سنبل تر یا سمن یا عنبر ساراست این

چشم تو جادوست یا آہوست یا صیاد خلق — یا دو بادام سیاہ یا نرگس شہلاست این

یا رب ابرو حاجب ست یا محراب یا قوس قزح — یا ہلال عید یا ابروی ماہ ماست این

کوی تو کعبہ ست یا فردوس یا عرش برین — یا گلستان ارم یا جنت الماوی ست این

حقۂ لعل ست یا سرچشمۂ آب حیات — یا دہن یا میم یا طوطی شکرخاست این

یا رب [illegible] تابان ست یا ماہ تمام — یا فرشتہ یا پری یا شوخ بے پرواست این

بلبل [illegible] یا طوطی شیرین زبان — قمری باغ جنان یا جامی شیداست این

دیگر

یا شفیع المذنبین بار گناہ آوردہ ام — بر درت این بار با پشت دوتا آوردہ ام

چشم رحمت برکشا موی سفید من نگر — گرچہ از شرمندگی روی سیاہ آوردہ ام

آن سیہ مو کہ بودم سالہا در راہ تو — ہستم آن گمرہ کہ اکنون رو براہ آوردہ ام

[illegible] — این ہمہ بر درد موی عشقت گواہ آوردہ ام

تو یوسف زن و گلیمی [illegible] آمد ای دین
گر چه [illegible] نغارستان [illegible]
بسته ام بر [illegible] نغارستان [illegible]

زین همه بر سایه [illegible] پنهان آمده ام
گرد گلستانی [illegible] خوابیده ام
سوی فردوس برین [illegible]

انتخاب از یوسف زلیخا

Zulaika's Dream.

The ravens of the night were hush'd,
The bird of dawn began his lay,
The rose bud, newly awakened, blush'd
To feel the touch of springing day;
And bude the roses round unveil,
Roused by the warbling nightangle.
The jasmine stood all bathed in dew;
Wet were the violet's lids of blue.
Zuleika, fairer than the flowers,
Lay tranced—for 'twas not sleep that stole
Her senses, through the night's still hours,
And raised new visions to her soul:
The heart unfettered, free to rove.

Turned towards the idol of her love.

No:—'twas not sleep, 'twas motionless,
Unbroken thought, repressed in vain;
The shadow of the day's distress,
A frenzy of remembered pain.
But, midst those pangs, what rapture still
The same dear form is ever there;
Those eyes the rays of Aden fill,
And odours of the blest distil
From every curl of that bright hair!
His smiles! such smiles as Houris wea
When from their caves of pearl they com
And bid the true beleiver share
The pleasures of their sacred home.
See, on his shoulder shines a star
That glows and dazzles as he moves;
She feels its influence afar,
She gazes, worships, hopes - and loves!

ZULEKA'S ENTRANCE INTO MEMPHIS

Dawn upon the wide world broke,
And the sun's warm rays awoke;
Scattering o'er the cloudy sky
Hues of rich variety:
Such bright tinting as illumes
With its rays the peacock's plumes,
And the parrot's feather bright,
Touches with a stary light.
The Asis rides in kingly guise;
Yon curtained litter holds the prize
More precious than all wealth beside_
His own, his young, his peerless bride.
Around, afar, of homage proud,
In countless ranks his wariors crowd,
Well may the lordly Asis boast.
The glories of his gorgeous host.
Rich are the veils, profusely spread,
That canopy the "fair one's" head;
Like some delicious tree that throws

انتخابِ رباعیات

از گردشِ چرخ هیچ مفهوم نیست — جز رنج زمانه هیچ محسوسم نیست
هر چند بکار خویشتن رفتم گرم — عمرم بگذشت و هیچ معلومم نیست

دیگر

پیش از من و تو لیل و نهاری بودست — گردنده فلک برائے کاری بودست
زنهار قدم بخاک آہستہ نهی — کان مردمکِ چشم نگارے بودست

دیگر

یک جرعهٔ می ز ملک کاوس به است — از تخت قباد و مملکتِ طوس به است
هر ناله که رندے به سحرگاه زند — از طاعتِ زاهدان سالوس به است

دیگر

ساقی قدحے که کار عالم نفسی ست — گر شادی از و یک نفسے آن نیز بس است
خوش باش ز هر چه پیشت آید بجهان — هرگز نشود چنانکه دلخواه کسے ست

دیگر

ابر آمد و باز بر سر سبزه گریست — بے بادهٔ ارغوان نمے باید زیست
امروز که این سبزه تماشاگہ ماست — تا سبزهٔ خاکِ ما تماشاگہ کیست

دیگر

این کهنه رباط را که عالم نام است — آرامگه ابلق صبح و شام است
بزمے ست که وامانده صد جمشید است — قصرے ست که تکیه گاه صد بهرام است

دیگر

آن قصر که بهرام درو جام گرفت
روبه بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور میگرفتی دیم
امروز نگر که گور بهرام گرفت

دیگر

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست
تاریک دلم نور صفای تو کجاست
ما را تو بهشت گر بطاعت بخشی
این بیع بود لطف و عطای تو کجاست

دیگر

بیگانه اگر وفا کند خویش منست
ور خویش جفا کند بداندیش منست
گر زهر موافقت کند تریاک است
ور نوش مخالفت کند نیش منست

دیگر

در دهر آن که نیم نانی دارد
وز بهر نشست آشیانی دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسی
گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

دیگر

روزیکه جزای هر صفت خواهد بود
قدر تو بقدر معرفت خواهد بود
در حسن صفت کوش که در روز جزا
حشر تو بصورت صفت خواهد بود

انتخاب از کلیات

PROFESSION OF FAITH.

Ye who seek for pious fame

And that light should gild your name,
Be this duty never forgot,—
Love your neighbour harm him not
To The, Great Spirit, I appeal,
Who can'st the gates of truth unseal,
I follow none, nor ask the way
Of men who go, like me astray;
They perish, but Thou can'st not die,
But livst to all eternity.
Such is vain man's uncertain state
A little makes him base or great;
One hand shall hold the Koran's scroll
The other raise the sparkling bowl—
One senses, and one condemns the soul.
The temple I frequent is high,
A turkish vaulted dome the sky,
That spans the world with majesty.
Not quite a Moslem is my creed,
Nor quite a Giour; my faith indeed,

May startle some who hear me say,
I'd give my pilgrim staff away,
And sell my turban, for an hour
If music on a fair one's bower.
I'd sell the rosary for wine,
Though holy names around it twine.
And prayers the pious make so long;
Are turned by me to joyous song,
Or, if a prayer I should repeat,
It is at my beloved's feet.
They blame me that my words are clear
Because I am what I appear;
Nor do my acts my words belie —
At last, I shun hypocrisy.
It happened that but yesterday—
I marked a potter beating clay,
The earth spoke out—"Why dost thou strike
Both thou and I are born alike;
Thou some may sink and some may soar,

We all are earth, and nothing more.

شیخ ابو الفیض فیضی

فیضی ایک قدیم اور بزرگ خاندان کا نونہال تھا۔ اسکے آبا و اجداد یمن کے رہنے والے تھے۔ دسوین صدی ہجری مین اسکے بزرگ ہندوستان مین آ گئے اور فیضی کے باپ دادا نے آگرہ مین مستقل طور سے سکونت اختیار کی۔ اسکا باپ شیخ مبارک صوفی منش اور بڑا عالم تھا۔ فیضی کا بھائی ابوالفضل لکھتا ہے کہ زیادہ تر ہم دونون بھائیون نے اپنے باپ ہی سے علوم مین استفادہ حاصل کیا۔ بعض مؤرخون نے فیضی کو شیعہ لکھا ہے مگر ابوالفضل کا قول ہے کہ ہمارا خاندان حنفی تھا۔

۹۵۴؁ ہجری مطابق ۱۵۴۷؁ء مین فیضی پیدا ہوا اور ابوالفضل اسکا چھوٹا بھائی جسکا نام جب تک اہل علم باقی ہین علما کی فہرست مین رہے گا۔ ۶۔ محرم ۹۵۸؁ ہجری مطابق ۱۵۵۱؁ء مین پیدا ہوا۔ دونون بیٹون کی تعلیم و تربیت مین شیخ مبارک نے نہایت کوشش کی۔ آوارہ لڑکون اور بری صحبت سے ہمیشہ بچاتے رہے چنانچہ ایک جگہ ابوالفضل لکھتا ہے۔

ز ابتدا پدر مالک و بابک بنازیدم چو طفل ٭ زانکہ ہم مالک رقیم بود و ہم بابل سخن

باپ کی غور و پرداخت اور باقاعدہ تعلیم کے سبب سے فیضی ۱۹ برس اور ابوالفضل ۱۵ برس کی عمر مین فارغ التحصیل ہو گئے۔ یا یون کہو کہ اس زمانہ کے دونون بھائی اس چھوٹی سی عمر مین ایم۔ اے تھے۔

فیضی کے کتب خانہ مین چھیالیس ہزار جلدین تھین۔ اس زمانہ مین جبکہ چھاپے کا نام

نشان بھی نہ تھا۔ اسقدر کتابونکا فراہم کرلینا بڑا مشکل کام تھا۔ یہ کتابین چار قسم کے کتب خانون مین تھین۔

(١) تاریخ علم اللسان۔ طب۔ انشا۔ علم ادب۔

(٢) نظم۔ علم الاخلاق۔ علم موسیقی۔

(٣) فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی۔ نجوم۔

(٤) تفسیر۔ فقہ۔ حدیث اصول۔

سنہ ٩٧٧ ہجری مطابق سنہ ١٥٦٩ء شہنشاہ اکبر اعظم نے فیضی کو اپنے دربار کے شاعرون مین مقرر کیا۔ اس نے نثر نظم اور شاعری مین جو کارنمایان کئے وہ پوشیدہ نہین۔ اکبری دربار مین جہان دنیا بھر کے لایق انشا پرداز شاعر جمع تھے ملک الشعرا کا خطاب پایا۔ اور سنسکرت کا دروازہ کھولدیا جس سے مسلمان بہت کم مستفید ہوئے تھے۔ سنسکرت کی بیشمار تصانیف کا ترجمہ فیضی نے فارسی مین کیا یا اون کو صحیح کیا۔ روز گارڈن آف پرشیا مین اسکی نسبت ایک عجیب روایت لکھی ہے جسکی صحت مین شک سا ہوتا ہی۔ یعنی فیضی نے پنڈت کا بھیس بدلکر ایک فاضل برہمن سے بنارس مین سنسکرت تحصیل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ دھوکا کھل گیا تب اسکے اوستاد نے غم و غصہ سے خودکشی کا ارادہ کیا فیضی نے بمشکل برہمن کو باز رکھا۔ مگر فاضل اوستاد نے شاگرد سے قسم لے لی کہ ہندون کے مقدس ویدونکا فارسی مین ترجمہ نکرے۔ مورخین لکھتے ہین کہ فیضی سے پہلے مسلمانون مین کوئی شخص سنسکرت کا عالم نہین گذرا۔ مگر مسٹر ایبٹ اپنی کتاب مورخین ہند جلد ٥ ضمیمہ ٢ مین لکھتے ہین کہ فیضی سے پہلے بھی مسلمان سنسکرت جانتے تھے۔ خیر اس سے پہلے اگر مسلمان سنسکرت

بہت سی کتب تو دونوں نے کوئی خود کی تصنیف ہیں چھوڑی تھی۔ فیضی نے
سنسکرت کی بعض عمدہ عمدہ کتب ہونکا ترجمہ سوا بید کے فارسی میں کر دیا۔ جنمیں سے
چند ہندوستان میں بھی چھپ گئے ہیں سب سے زیادہ تعجب انگیز کتاب سواطع الالہام
یا تفسیر بے نقط کلام اللہ شریف ہے۔ تیس پاروں کی عربی زبان میں تفسیر اور بے نقط دیکھکر
حیرت کا دریا [illegible] کے سامنے امنڈ آتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ فیضی کا علم کس پایہ کا
تھا۔ منشی نولکشور کے پریس میں یہ تفسیر چھپ گئی ہے۔ ہر شخص کو ایسی نادر کتاب دیکھنا چاہیے
خصوصاً ان حضرات کو جو مسلمانوں کے لئے ہمیشہ کو نقط دار عبارت سے دیکھنے کے عادی ہیں۔

حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک [illegible] ایک تاریخ لکھی ہے وہ بھی غیر منقوط ہے
ایران میں جہاں تک [illegible] بشرے غیر ملک کے فاضل کی لیاقت کو فارسی زباندانی میں
تسلیم کرتے [illegible] سمجھتے ہیں فیضی اور ابوالفضل [illegible] ہی عزت سے جیسے اعزہ
قادر الکلام [illegible] اہل زباندانوں کی [illegible] چھوٹا بھائی ابوالفضل بھی کچھ کم لایق نہ تھا
اسکی تصنیفات اکبر نامہ آئین اکبری [illegible] ابوالفضل غیر [illegible] موجود ہیں۔ زبان کی عمدگی
عبارت کو [illegible] سے نہایت [illegible] عبارت ہے۔ آپ کو [illegible] دہوکے ہوتی تھی
شیخ مبارک جب اس دونوں ہونہار اور لایق بیٹوں کی شہرت لیاقت اور علم و فضل کو
دیکھتا ہوگا کیسا خوش ہوتا ہوگا۔ مبارک ہے وہ باپ جس کی ایسی لایق اولاد موجود ہو۔
مسٹر کاسٹیو [illegible] ونگاردن آف پرشیا میں لکھتے ہیں "فیضی کی معمولی غزلیں بھی
مشک نافہ کی طرح ہیں جنکی دلاویز خوشبو مشام جان کو معطر کر دیتی ہے"
مسٹر ولیم جونس عربی فارسی اور سنسکرت کے مشہور معروف عالم و فاضل لکھتے
ہیں کہ "فیضی ایک عالم اور عمدہ مصنف تھا" وہ آپ کے اکثر مورخین نے لکھا ہے

ایشیا میں جسقدر رلایق اہل قلم گذرے ہیں فیضی سب میں افضل تھا۔
شاہ عباس صفوی کی طرف سے ایران کے جید عالم ملّا طاہر وحید نے شہنشاہ اکبر کی خدمت میں ایک رباعی بھیجی۔ ملّا کو اس رباعی کے صلہ میں عباس نے بڑا انعام و اکرام دیا تھا۔ گر تیسرا مصرعہ اکبر پر چوٹ کرتا ہوا تھا۔ وہ رباعی یہ ہے

رباعی

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد | رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد
اکبر بہ خزینہ پُر از زر نازد | عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد

فیضی نے فی البدیہہ یہ رباعی تصنیف کر کے قاصد کے ہاتھ ایران بھیجدی۔

فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد | دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد
عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد | کونین بہ ذاتِ پاکِ اکبر نازد

اکبر بہت خوش ہوا اور ہفت ہزاری منصب پر سرافراز کر دیا۔
ایک اور حکایت مشہور ہے کہ شاہ عباس صفوی اور شہنشاہ اکبر دونوں داڑہی کا صفایا کرتے تھے گر فرق اتنا تھا کہ عباس مسلمانوں کی وضع اور اکبر ہندوؤں کا لباس اختیار کئے ہوئے تھا۔ علاوہ ازین اکبر کے عقائد کا ظاہری برتاؤ ایسا نہ تھا جو ہند سے عجم تک سرگوشیاں نکرتا۔ اس لئے تفتیش حال کی غرض سے شاہ ایران نے ایک نامہ بھیجا۔ ابوالفضل نے اوسکا جواب ذیل کے دو شعروں میں دیا۔

قیل ان الالہ ذو ولد | قیل ان الرسول قد کہنا

انجی اللہ والرسول معا — من لسان ابو نجیع ما

(ترجمہ) کون سے خدا وند کریم کو صاحب اولاد اور رسول کریم کو ساحر کہا جب نبی اور خدا سے زبان خلق سے نجات نہ پائی تو ہم کس شمار میں ہیں — قیمتی اور ابوالفضل دونوں بھائی بہت مشہور ہیں اور بڑے عالم وقت تھے دونوں کی تصنیفات کا اپنی زبانوں کا ترجمہ ہوا ہے —

ابو الفضل [illegible] اول تو کم [illegible] جو ہی بھی وہ [illegible] شہرت [illegible] تمثیل [illegible] شعر بھی لکھا ہے [illegible] یہاں لکھتے ہیں فیضی کا [illegible] اول [illegible] بعد انگریزی [illegible] سے انتخاب [illegible]

غزل

[illegible]

دیگر

یارب بیا کہ باہمی شدان این بساط — سرشتہ غم پران ہمہ نشاط
چندین ہزار کاسہ سر در [illegible] — در سنگلاخ شوق [illegible] باحتیاط

ای صد هزار ناله که از تست باد غم — باغ جهان تهی ست ز گلهای انبساط
گر خون دل خورند حریفان بجای می — ساقی کرم خون کند سبیل اختلاط
بگشای تنگنای جهان محل امید — دانا نساخت برگ اقامت درین رباط

فیضی تو پاکباز که از بازی قضا
منصوبه عجب نشیند درین بساط

انتخاب از دیوان

Gazel.

To day is given to pleasure,
It is the feast of spring;
And earth has not a treasure
Our for tune shall not bring.
Fair moon! the bride of heaven confest,
Whose light has dimmed each star,
Show not thy bright face in the East,
My love's out shines it afar.
Why sighs the lovely nightangale,
Ere days first beams appear?
She murmurs forth her plaintive tale,

For coming Spring to hear.
Oh, ye severely wise,
Today your counsels spare;
Your frown in vain denies
The wine cup and the fair.
Within our haunts of bliss.
The dervish may be seen,
Whose seat, till days like this,
Within the mosque has been.
I can not but the truth declare,
That Hafiz sits again
His eyes are on his charming fair,
He sips the wine cup drawn

از ابیات فیضی

BRIMA'S SORROW

Minstrel, wake the magic spell!
Sing of love, its wonders tell;
Tell how it subdues the proud.
Shall we blame weak man that falls.

When thy glowing verse recalls,
How immortal natures bowed,
How great Brimha's heart was tried,
How far woman's love he sighed.
Who shall say where love begins,
How its subtle way it wins?
Gods, who love the race they frame,
Can not tell whence springs the flames.
Man may reason long and well,
But can never break the spell.
Sing of Brimha's and ... pain.
Which distrubs his sacred reign;
Even on his heavenly throne
Tears of sorrow cloud his eye
Dreaming of that fatal one,
Born awful mystery:
Last created prized the most,
Beauteous, loving, loved, and lost!
Some times when the stars look dim,

And the moaning winds are high,
Brumha wakes his mournful hymn,
Tuned to grief that can not die.

اسدی طوسی

اسدی طوسی کا نام دو وجہ سے بہت مشہور ہے- اوّل تو وہ ملک الشعراء فردوسی کا
اوستاد تھا (میرے محترم مخدوم جناب شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی
ایک عنایت نامہ مین تحریر فرماتے ہین کہ اسدی کی اوستادی مبحوث فیہ ہے
اکثر تذکرہ نویس لکھتے ہین کہ وہ فردوسی کا اوستاد تھا لیکن بعض قرائن اس کے
خلاف ہین) دویم اوسنے چار ہزار بیتین شاہنامہ کی بھی تصنیف کی ہین-

یہ نامور شاعر سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ کے دربار مین نہایت عزت کا درجہ
رکھتا تھا- سلطان نے بارہا تاریخ ملوک عجم نظم کرنے کے واسطے ارشاد فرمایا
مگر اس نے ہمیشہ پیری کا عذر پیش کیا-

فردوسی اس سے ابتدای زمانہ مین اصلاح لیا کرتا تھا- آخر جب سلطان کا اصرار
زیادہ ہوا تو مجبوراً چار ہزار بیتین لکھنے پایا تھا کہ پیام اجل آگیا- بعد ازان پوراشاہنامہ
اوسکے ہونہار شاگرد فردوسی نے ۳۰ برس کے عرصہ مین ختم کردیا- اسدی طوسی کی
تصنیف سے لیل و نہار کا مکالمہ یادگار ہے- جس کو ہم بھی ذیل مین نقل
کرتے ہین-

DAY AND NIGHT

Day and night, who each can yield
Joy and solace to the earth,
Thus contented for the field,
Claiming both the highest birth—
Night spoke frowingly:— "'Twas I
Who from all eternity
Ruled the chaos of the world,
When in dire confusion hurled.
The fervent prayer is heared at night;
Devotion fears day's glaring light.
'Twas night, the Mount when Moses left;
At night was Lot avenged by fire:
At night the moon our prophet cleft,
And saw Heaven's might revealed entire.
The lovely moon for thirty days
Spreads radiant glory from afar:
Her charms for ever night displays
Crowned, like a queen, with many a star

Her seal bearer is Heaven, a band
Of planets wait on her command.
Day can but paint the skies with blues
Night's stary hosts amaze the view.
Man measures time but by the moon;
Night shrouds what day reveals too soon.
Day is with toil and care oppressed,
Night comes, and with her, gentle rest.
Day, busy still, no praise can bring,
All night the saints their anthems sing;
Her shade is cast by Gabriel's wing!
The moon is pure, the sun's broad face
Dark and unsightly spots deface:
The sun shines on with changeless glare
The moon is ever new and fair."
Day rose, and smiled in high disdain:—
'Cease all this boasting, void and vain;
The Lord of Heaven, and earth, and thee,
Gave me a place more proud than thine

d man with joy my rising see,
I hail the beams that round me shine
holy pilgrim takes by day.
to many a sacred shine his way;
By day the pious fast and prays
And solemn feasts are held by day:
On the last day the world's career is run,
As on the first its being was begun.
Thou Night, art friendly, it may be,
For woes fly for help to thee.
When do the sick thy healing see?
Thieves by the aid, may scattleless prowl;
Sacred to thee the bat and and owl;
And, led by thee, pale specters grainly howl!
I sprang from Heaven, from dust art thou,
Light crowns my heads with many a gem;
The collier's lap is on thy brow—
For thee a fitting diadem.
Thy presence fills the world with joy;

Thou canst all comfort to annoy.
I am a Moslem — white my vest:
Thou a vile thief, in sable drest.
Out negro-face! — dar'st thou compare
Thou cheeks with mine, so purely fair?
Those 'hosts of stars, thy boast and pride,
How do they rust their sparks to hide,
How to their nations darkness run,
When, in his glory, comes the sun!
True, death was first; but, tell me, who
Thinks life least wor thy of the two?
'Tis by the moon the Arab counts;
The lordly Persian tells his year
By the bright sun, that proudly mounts,
The yielding heavens, so wide and clea
The sun is ruddy, strong, and hale;
The moon's sickly, wan, and pale.
Me thinks 'twas ne'er in story told
That silver had the worth of gold!

The moon, a slave, is bowed and bent,
She knows her light is only lent;
She hurries on, the way to clear,
Till the great Shah himself appear.
What canst thou, idle boaster, say
To prove the night excels the day?
If stubborn still, let him decide
With whom all truth and law abide;
Let Nasir Ahmed, wise as great,
Pronounce, and give to each his state."

ابو اسمٰعیل حسین طغرائی

طغرائی اصفہان کا باشندہ تھا۔ یہ زبردست شعراء میں سے گذرا ہے۔ قادر سخن
ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے خطاب "عزت الشعراء" عطا ہوا تھا
خط طغری میں کمال حاصل تھا۔ مسٹر اسٹوارٹ لکھتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے
طغرائی تخلص رکھ لیا ہوگا۔ سلطان موصل نے لیاقت و قابلیت کی وجہ سے عہدہ
وزارت عطا کیا۔ لیکن اس عہدہ پر یہ باکمال بہت عرصہ تک نہ رہنے پایا۔ خواجہ حسن
میمندی وزیر سلطان محمود اسکے کمال اور لیاقت کا دشمن تھا۔ آخر ایک موقع پر

پرانی دشمنی نکالکر قتل کرڈالا (جو موصل اسوقت مین سلطان محمود کے ماتحت تھا)
ایک کتاب "لامیۃ العجم" اسکی تصنیف سے یادگار ہے۔ شاید ایران یا عرب
مین ہو ہندوستان مین تو ناپید ہے۔ ایک نظم کشمیر کی تعریف مین لکھی ہے
اوسکا انگریزی ترجمہ بعد تلاش لکھا جاتا ہے۔

Eulogy on Kashmir.

Hail to the city from whose bowers—
The glowing paradise of flowers!—
Soft zephers waft the rose's breath,
By moonlit night and blushing morn,
Even to the ruby, hid beneath
The golden hills of Badakhshan!
Whose gale with perfume-laden wing,
O'er Arabs desserts hovering,
A tint as radiant can bestow
As beams that in the emerald glow.
Upon thy mountains fresh and green
The veluet turf is scarceley seen,
So close jasmine twine around
And strew with star-like flowers, the ground
The ruddy glow of sunset lies

Within thy rich pomegranate's eyes;
And flashing midst the tulip-beds,
A blaze of glory round them sheds.

Night dwells amids thy spicy groves;
Thy saffron fields the star of morning loves.
Thy violets have tales of eyes as fair;
Thy hyacinths of waving, dusky hair;
Thy glittering sun flowers make the year all spring;
Thy bees their stores are ever gathering;
And from the rose's branches, all day long,
Pours the [illegible] nightingale her song;
Amidst the leaves her bark like nest is lost
In melody, and love and beauty lost.
The rich narcissus quaffing dewy wine,
Clings to thy breast, where [illegible] un-numbered twine;
No eye can see the bound where end thy bowers,
No tongue can number half thy gem like flowers
Such freshness lingers in thy air of balm.
That even the tulip's burning heart confess[illegible]
[illegible]

The life its sigh bestows at ev'ning's calm,
When the glad cypress shakes her grace-full tresses.
The waves of each rejoicing river
Murmur melody for ever,
And to the sound, in wild amaze,
On their glad crests the dancing buble plays.
While lotus flowers, just opened, there,
Look with bright eyes towards heaven in pray
So clear thy waters that, reflected bright,
The dusky Ethiop's skin is pearly white.
So cool, that as the sun his fingers loves,
They shiver on the surface of thy waves.
The immortal lily, pure as angle's plumes,
All day, all night, the grove with light illume
The grove, where garlands, by the roses made,
Like clustering Pleids, glimmer through the sha
And hide amidst their leaves the timid doves
Whose ringed neck proclaims the slave of love
Tell me what land can boast such treasures?

Is sought so fair, is ought so dear?
Hail! Paradise of endless pleasures!
Hail! beutiful, beloved Kashmere!

شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ

شیخ رہ کا وطن نیشاپور ہے۔ انگریز آپ کو سرآمد صوفیاء کہتے ہین۔ آپکی تمام زندگی ریاضت مجاہدہ اور فقر و فاقہ مین گذری۔ آپکا انتقال بعمر ایکسو بارہ سال بعہد سلطان سنجر سنہ ۶۱۹ ہجری مین ہوا شیخ رہ کی تصانیف سے پند نامہ اسرار نامہ اور چیپہ کتابین ہین۔ مثنوی عشقیہ مین سے دو فصلین نقل کیجاتی ہین۔ ملاحظہ فرمایئے کیسا مؤثر کلام ہے۔

خطاب بہ عشق

اے عشق تو کامل العیاری | در عالم شکل خود نداری
نقدے کہ بہ بوتہ تو نگداخت | صراف ازل ز دستش انداخت
نورت ز دلے کہ سر فرازد | خورشید بذرہ کیش بازد

اے خاک در تو منزل دل | از فروغ تست حاصل دل
آگاہ نہ اصل ہر کمالی | داننده سر لایزالی
دانی رہ ملک بے نشانی | ہر کس کہ تو خواہش رسانی

عمریست که بے تو نیم جانم | بشنو که چه گفتنست با تو ام الخ

خطاب بگریه

اے گریه تو بس شفیق مائی | در شادی و غم رفیق مائی
مهر تو شده است شامل ما | جاے تو بدیده و دل ما
شد جوهرت از کمال تاثیر | ساری بجهان تو حکم تقدیر
در عرصه گهت تمام عالم | فردے نشست با تو همدم
عابد بتو یافت ذوق طاعت | عاصی ز تو برده سپے برحمت
اصحاب جمال از تو خرسند | ارباب فراق با تو دلبند
آن طائفه ار هوشیارند | دایم ز ندامت اشکبارند
دانا نگه شده است مانند | گویند اگرے بے غمانند الخ

The Way to Paradise.

Would'st thou inherit Paradise,
These maxims keep before thine eyes;
So thy heart's mirror shall appear,
For ever shining bright and clear.
Give thanks when fortune smiles serene,
Be patient when her frown is seen;
If thou hast sinned, for pardon plead,

And help shall follow at thy need
But shall he hope the prize to hold,
Who with new sins conceals the old?
Be constant, be watchful still,
And fly the votaries of ill;
Avoid the path that [illegible]
And win thy way to [illegible]

The Praise of the Almighty.

Unbounded praise to God be given,
Who formed his throne the height of heaven
[illegible] his bountiful fruit of earth
[illegible] man and gave him birth
[illegible] breathed, and broke the
cause, and [illegible] same;
The tempest with His terrors clad
And swept from earth the [illegible]
And for the [illegible] his name
Its roses changed to a bed of flame;
The smallest insect at His will,

Becomes an instrument of ill.
He spoke, the sea o'erwhelms His foes.
And the hard rock a camel grows
The iron turns at His command,
To pruning wax in David's hand.
To Solomon he gave the sway,
And bade the Dives his signet obey;
To one a diadem is given
Another's heart the Sun has riven.
Impartial in His goodness still,
Equal is all to good or ill.
One lies on ermine silk reclined,
One naked in a frozen wind;
One scans and counts his heap of ore
One faints with hunger at the door.
He bade a virgin's child be born
And made an infant's witness clear
He lives before His vengeance fly.
By hosts of stars extolled the sky.

And kings, who hold the world in thrall
At His great work to ruin fall.

شیخ عبداللہ ہاتفی رحمۃ اللہ علیہ

ہاتفی برادر زادہ مولانا جامی جام مضافات خراسان میں پیدا ہوئے
اپنے عم بزرگوار سے شاعری اور تصوف میں استفادہ حاصل کیا۔ مولانا جامی
صاحب بھی اپنے صاحب کمال بھتیجے سے بیحد الفت رکھتے تھے یورپین علمائے
بلا اختلاف ہم زبان ہیں کہ اگر مولانا جامیؒ کے بعد کسیکا نمبر ہو تو وہ ہاتفیؒ کا
انھون نے اپنے زمانہ میں سحر بیانی کے جھنڈے گاڑ دیے اور خداداد
فصاحت و بلاغت سے ہمعصر شعرا میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

خمسۂ ہاتفی یعنی خسرو شیرین۔ لیلی و مجنون۔ ہفت منظر تین مثنویان اور
فتوحات تیموریہ یا تیمور نامہ ایک تاریخ شامل ہے۔ زمانہ کی دست برد سے
اب تک محفوظ اور یادگار ہیں۔ یورپین عالمون نے جہان اور نامور شاعرونکے
کلام کو اپنی زبان میں لیا ہے انکی تصنیف کو بھی جگہ دی ہے۔

آپکا انتقال سنہ ۱۵۲۰ء میں ہوا اور موضع خرجرد میں مدفون ہوئے آپکے
خسرو شیرین۔ لیلی مجنون اور ہفت منظر ہندوستان میں بھی منشی نولکشور کے

مطبع میں چھپ گئی ہیں۔ ہم انگریزی ترجمہ لیلیٰ و مجنون میں سے انتخاباً
کچھ درج کرتے ہیں۔

The meeting in the dessert.

Even take the roaming moon, along
The dressy path fair Leila strayed,
Till, worn and spent the wilds along,
Deepsleep o'er powered the maid:
And from her hand the bridle's cheek,
Fell on the patient camel's neck.
The guides were far and dark the night,
The weary camel stopped to graze,
The caravan was hid from sight —
Then lost amidst the dessert's maze.
Unconsions still, she wandered on,
And woke — untended and alone!
The Rose was severed from the plain,
Nor friends nor strangers now intrude:
On through the waste she speeds amain,
But all is trackless solitude.

From spot to spot with anxious fear,
She hastes, she calls, but none can hear!
When, from a wild and gloomy height,
A dusky form rush'd forth to sight.
No terror siezed the maiden's heart—
A thought sprung there which chilled her read,
For in that waste, from apart,
A life of pain her Kais led,
Might not this stranger know his state,
And give her tiding of his fate?
So wasted, worn, and changed with care,
His mind avoid, himself forgot,
The hapeless victim of despair—
Even she, the True One, knew him not!
"Whence com'st thou?" Leila said, "and why
Amidst these desserts dost thou roam?
Tell me thy name—what destiny.
Has lured thee from thy friends and home?"
The grief struck youth, unconscious grown,

ملک الشعراء حکیم افضل الدین خاقانی

اقانی ایران مین نہایت لائق ایک کاشگر گذرا ہے کے فن مین کچھ وحشت سی
ے کہین جگر نہین رہتا تھا۔ ایک دفعہ سلطان منوچہر کی بلا اجازت جس کے دربار
قاب ملک الشعرائی رکھتا تھا کہین غائب ہو گیا۔ سلطان نے گرفتار کرا کے چند ماہ تک شہر
مین قید کر دیا۔ یہان بہت سے عیسائی قیدی رہا کرتے تھے۔ خاقانی دن بھر اون سے
تگو کرتا رہتا تھا۔ مسٹر اسٹوارٹ لکھتے ہین کہ اسکی تصنیف سے ایک نظم دین مسیحی کی
ن بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ رہائی کے بعد مکہ معظمہ گیا۔ راستہ کی تکالیف مین ایک نظم لکھی
سکا انتقال ۱۱۸۶ء مین بمقام تبریز ہوا۔ شعراے ایران لکھتے ہین کہ خاقانی عشقیہ کلام
ن بے نظیر شاعر تھا۔

(انتخاب از ترجمہ انگریزی)

Gazel

Oh, waving cypress! cheek of rose!
Oh, jasmine-breathing bosom! say?
Tell me each charm that round her g
Who are ye that my heart betray;
Tyrant unkind! to whom I bow (cont).

THE END

HISTORICAL SERIES No. 1.

THE KHAYABAN-I-AJAM

CONTAINING

LIVES OF PERSIAN POETS & ABSTRACT OF THEIR POETICAL WORKS

BY

Md. Shafi-uddin-Khan

FIRST EDITION

SADHORA

PRINTED AT
THE BILALI STEAM PRESS

Cover Printed at the "A. B. Press"
MORADABAD.